ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

46

www.tanzeem.org

27 نومبر تا 3 دسمبر 2012ء / 12 تا 18 محرم الحرام 1434ھ

اس شمارے میں

اسرائیل کی وحشت و درندگی

آج کے دور کا سب سے بڑا شرک

حج اور اُمت کا مقصدِ وجود

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

امیر تنظیم اسلامی کا پیغام رفقائے تنظیم کے نام

کراچی تباہی کے دہانے پر!

سالانہ اجتماع کے مقاصد

"معیارِ زندگی" کا فتنہ

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

امید اور یقین کے بیج بوئیے!

دعوتِ حق اور تحریکِ اسلامی کے کارکنوں کا کام بالکل ایک کسان کا سا ہوتا ہے۔ ایک مدت کھیتی کو تیار کرنے پر صرف ہوتی ہے، پھر اسے سینچنا ہوتا ہے، پھر اس میں بیج ڈالنا ہوتا ہے، پھر اس کے گرد باڑ کھڑی کرنی ہوتی ہے، پھر اس کی نلائی اور گوڈی کرنی ہوتی ہے، اور پھر صبر سے اُس اجلِ مسمّٰی کا انتظار کرنا ہوتا ہے، جب کہ وہ اپنا حاصل دے۔ اگر کسان بے صبرا ہو اور ہل جوتنے کے ساتھ ہی زمین سے مطالبہ کرے کہ لا فصل دے، یا بیج ڈالنے کے ساتھ ہی اس سے معاوضۂ محنت طلب کرے، تو زمین اسے مایوسی و نامرادی کے سوا اور کچھ نہ دے سکے گی! ایسے ہی اقامت دین کی جدوجہد کرنے والوں کو انسانی تمدن و سیاست کی کھیتی پر لمبے صبر کے ساتھ محنت کرنی ہوتی ہے اور نتائج کے لیے اجلِ مسمّٰی کا انتظار پورے سکون سے کرنا پڑتا ہے، تب کہیں جا کے کچھ حاصل پلے پڑتا ہے۔ ورنہ اگر بے صبری کا یہ عالم ہو کہ ادھر آپ بیج ڈال کے فارغ ہوئے، ادھر آپ بورے کُرجیاں لے کے پہنچ گئے کہ بس اب پھلوں اور غلے کو گھر پہنچانا ہے، تو ظاہر بات ہے کہ پھلوں اور غلے کا تو کیا سوال، وہاں تو کھیتی میں کوئی کونپل بھی پھوٹتی ہوئی نظر نہ آئے گی۔ ایسا بے صبرا کسان بد دل اور مایوس ہی تو ہوگا...... اللہ نے تحریک حق کے کارکنوں کے لیے صبر سے محنت کرنے کو لازم ٹھہرایا ہے۔ اس مطالبے کو پورا کیے بغیر اگر آپ دن میں ہزار مرتبہ بھی اس بات کے لیے دعائیں کریں کہ غیر اسلامی نظام کا غلبہ ختم ہو اور اسلامی نظام غالب ہو جائے تو ایسی دعائیں موجب ثواب سہی، لیکن انقلاب حق کے بپا کرنے میں یہ بالکل لاحاصل رہیں گی! ایسی دعاؤں میں جان اسی وقت آسکتی ہے کہ جب تواصی بالحق کے فریضے کو تواصی بالصبر کے ساتھ کوئی منظم جماعت انجام دے رہی ہو! پس اگر آپ اللہ کے قوانین کا طریق کار ذہن نشین کر لیں تو پھر آپ مایوسی کے نرغے سے نکل سکتے ہیں، ورنہ...... آپ خود تو قنوطیت کا شکار رہیں گے ہی، نہ جانے اور کتنے حوصلہ مند افراد کے دل توڑ کے اس دنیا سے رخصت ہوں گے...... وقت ہے کہ آپ اپنے طرزِ فکر کو بدل لیں اور اپنے دلوں میں اُمید اور یقین کے بیج بوئیں!

ترجمان القرآن دسمبر 1949ء

نعیم صدیقی

سورۃ یوسف

(آیات 50 تا 52)

الہدیٰ (538)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ۝
قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا
رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ۝

آیت ۵۰ ﴿وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ﴾ ''(یہ سن کر) بادشاہ نے کہا کہ اُس شخص کو میرے پاس لے آؤ!''

بادشاہ اپنے خواب کی تعبیر اور پھر اس کی ایسی اعلیٰ تدبیر سن کر یقیناً بہت متاثر ہوا ہوگا اور اس نے سوچا ہوگا کہ ایسے ذہین' فطین شخص کو جیل میں نہیں بلکہ بادشاہ کا مشیر ہونا چاہیے۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ اس قیدی کو فوراً میرے پاس لے کر آؤ۔

﴿فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ﴾ ''پھر جب آیا آپؑ کے پاس ایلچی' تو آپؑ نے فرمایا کہ تم واپس چلے جاؤ اپنے آقا کے پاس۔''

بادشاہ کا پیغام لے کر جب قاصد آپؑ کے پاس پہنچا تو آپؑ نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا کہ میں اس طرح ابھی جیل سے باہر نہیں آنا چاہتا۔ پہلے پورے معاملے کی چھان بین کی جائے کہ مجھے کس جرم کی پاداش میں جیل بھیجا گیا تھا۔ اگر مجھ پر کوئی الزام ہے تو اس کی مکمل تفتیش ہو اور اگر میرا کوئی قصور نہیں ہے تو مجھے علی الاعلان بے گناہ اور بری قرار دیا جائے۔ چنانچہ آپؑ نے اس قاصد سے فرمایا کہ تم اپنے بادشاہ کے پاس واپس جاؤ:

﴿فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ﴾ ''اور اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا معاملہ تھا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے؟''

﴿اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ۝﴾ ''یقیناً میرا رب ان کی چالوں سے خوب واقف ہے۔''

بادشاہ تک یہ بات پہنچی تو اس نے سب بیگمات کو طلب کر لیا۔

آیت ۵۱ ﴿قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ﴾ ''اُس نے پوچھا کہ کیا معاملہ تھا تمہارا جب تم سب نے پھسلانا چاہا تھا یوسف کو؟''

﴿قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ﴾ ''انہوں نے کہا کہ اللہ گواہ ہے' ہمارے علم میں اس کے بارے میں کوئی بھی برائی نہیں ہے۔''

اُس وقت جو کچھ بھی ہوا تھا وہ سب ہماری طرف سے تھا' یوسفؑ کی طرف سے کوئی غلط بات ہم نے محسوس نہیں کی۔

﴿قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝﴾ ''(اس پر) عزیز کی بیوی بھی بول اٹھی کہ اب حقیقت تو واضح ہو ہی گئی ہے' میں نے ہی اس کو پھسلانے کی کوشش کی تھی اور وہ بالکل سچا ہے۔''

اس طرح عزیز کی بیوی کو اس حقیقت کا برملا اظہار کرنا پڑا کہ یوسفؑ نے نہ تو زبان سے کوئی غلط بیانی کی ہے اور نہ ہی اس کے کردار میں کوئی کھوٹ ہے۔

آیت ۵۲ ﴿ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ﴾ ''یہ اس لیے کہ وہ جان لے کہ میں نے اس کی غیر موجودگی میں اس کی خیانت نہیں کی۔''

یہ فقرہ سیاقِ عبارت میں کس کی زبان سے ادا ہوا ہے اس کے بارے میں مفسرین کے بہت سے اقوال ہیں۔ اس لیے کہ اس فقرے کے موقع محل اور الفاظ میں متعدد امکانات کی گنجائش ہے۔ ان اقوال میں سے ایک قول یہ ہے کہ یہ فقرہ عزیز کی بیوی کی زبان ہی سے ادا ہوا ہے کہ میں نے ساری بات اس لیے سچ سچ بیان کر دی ہے تاکہ یوسفؑ کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں اس سے کوئی غلط بات منسوب کر کے اس کی خیانت نہیں کی۔

﴿وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ۝﴾ ''اور یہ کہ یقیناً اللہ خیانت کرنے والوں کی چال کو کامیاب نہیں کرتا۔''

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

مومنین کے لئے استغفار

عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنِ اسْتَغْفَرَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعًا وَعِشْرِيْنَ مَرَّةً كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ يُسْتَجَابُ لَهُمْ وَيُرْزَقُ بِهِمْ اَهْلُ الْاَرْضِ)) (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو بندہ عام مومنین و مومنات کے لیے ہر روز 27 دفعہ اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت کی دعا کرے گا، وہ اللہ کے اُن مقبول بندوں میں سے ہو جائے گا جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، اور جن کی برکت سے دنیا والوں کو رزق ملتا ہے۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت ہی محبوب ہے کہ اس کے بندوں کی خدمت و خیر خواہی اور ان کو نفع پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ جس طرح مخلوق کے لئے کھانے، کپڑے کے قسم کی زندگی کی ضروریات فراہم کرنا اور ان کو راحت و آرام پہنچانا وغیرہ، اس دنیا میں ان کی خدمت اور نفع رسانی کی صورتیں ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ سے بندوں کے لئے مغفرت اور بخشش کی دعا کرنا بھی اُخروی زندگی کے لحاظ سے ان کی بہت بڑی خدمت اور ان کے ساتھ بہت بڑی نیکی ہے۔

تا خلافت کی بنا‘ دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

27 نومبر تا 3 دسمبر 2012ء
12 تا 18 محرم الحرام 1434ھ
جلد 21
شمارہ 46

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد‘ طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس‘ ریلوے روڈ‘ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے‘ علامہ اقبال روڈ‘ گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے‘ ماڈل ٹاؤن‘ لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ‘ ایشیا‘ افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ‘ منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایوب بیگ مرزا

اسرائیل کی وحشت و درندگی

اسرائیل نے ایک بار پھر وحشی پن اور بربریت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہفتہ بھر غزہ کے شہریوں پر بمباری کی اور 150 کے قریب مسلمانوں کو شہید اور ایک کثیر تعداد کو زخمی کر دیا۔ مغربی استعمار جو اسرائیل کی پشت پناہی بھی کرتا ہے اور اسے شہ بھی دیتا ہے جب دیکھتا ہے کہ اس درندگی سے عربوں کو خوفزدہ کرنے کا عمل مناسب سطح پر ہو گیا ہے ان پر ہیبت طاری ہو گئی ہے اور اگلے مرحلے میں انہیں سیاسی سطح پر مزید دبانے کا عمل حسن و خوبی سے ہو سکتا ہے تو وہ جنگ بندی کروا دیتا ہے۔ کہنے کو اصل مسئلہ یہ تھا کہ جنوری 2013ء میں ہونے والے انتخابات میں نیتن یاہو کو یہودی ووٹوں کی ضرورت تھی اور اسرائیلی ووٹر مسلمانوں کا خون بطور تاوان وصول کرنا چاہتا تھا۔ ممکن ہے کہ اس درندگی کا یہی سبب ہو۔ اس لیے کہ اس طرح کا خونی کھیل گزشتہ انتخابات سے پہلے بھی کھیلا گیا تھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہودی اصل میں اس مسلسل خون خرابے سے کیا چاہتا ہے۔ اس سوال کے جواب کے لیے اس قوم کی تاریخ کا مطالعہ کرنا ہوگا جو فساد پھیلانے اور سازشیں کرنے سے بھری پڑی ہے۔ صرف چند مثالیں پیش کیے دیتے ہیں۔

یہودیوں نے عیسائیت کو sabotage کرنے کے لیے شب خون مارا۔ سینٹ پال نامی یہودی نے عیسائی رہنما کا روپ دھار کر عیسائیت کا رخ ہی تبدیل کر دیا۔ حضور ﷺ نے جب مدینہ ہجرت کی تو وہ آپؐ کی ذات گرامی کے خلاف سازشیں کرتے رہے، یہاں تک کہ (معاذ اللہ) آپؐ کو قتل کرنے کی کوشش بھی کی۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر جب مسلمان مصائب کا شکار تھے تو میثاقِ مدینہ کے دستخطی ہونے کے باوجود وہ عین موقع پر ساتھ چھوڑ گئے۔ طارق بن زیاد نے جب سپین پر حملہ کیا تو عیسائیوں کے خلاف مسلمانوں کی مدد کی اور مسلمانوں کے سپین میں زوال کی ایک وجہ یہ بھی بنے تھے وغیرہ وغیرہ۔ اس قوم کی سرشت میں شر ہے۔ یہ بڑی ذہین اور محنتی قوم ہے۔ ان اوصاف کی بنیاد پر یہ دنیوی ترقی میں بڑی تیزی اور مہارت کا مظاہرہ کرتی ہے، لیکن تمام تر ذہانت اور عیاری کے باوجود یہ دل کی اندھی قوم ہے۔ اللہ کی قوت کا اندازہ لگانے اور اس کی حکمتوں کو سمجھنے میں بری طرح ناکام رہی ہے۔ پھر یہ کہ ایسا نہیں ہے کہ دنیا ان کے مکر اور فریب کو کبھی سمجھ نہ پائی۔ عیسائیوں نے جب حضرت عمرؓ کو شہر کی چابیاں پیش کیں تو ان سے عہد لیا کہ وہ یہودیوں کو اس شہر میں گھسنے نہیں دیں گے۔ حضرت عمرؓ نے یہ عہد تو کر لیا کہ انہیں یہاں بسنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور مسلمان اس پر قائم بھی رہے، البتہ انہیں عبادت کے لیے آنے سے روکا نہ گیا اور نہ ہی اس کا عہد کیا۔ 1776ء میں جب امریکہ آزاد ہوا تو بنجمن فرینکلن نے، جو امریکہ کے سات فاؤنڈر فادرز میں سے ایک تھا نے انتہائی اصرار سے کہا کہ یہ طے کر لو کہ یہودی امریکہ میں آباد نہیں ہوں گے۔ ان کی بات مان لی جاتی تو آج امریکی گردن یہودی پنجے میں پھنسی نہ ہوتی۔ ہٹلر نے کہا تھا کہ میں نے جو یہودی زندہ چھوڑے ہیں وہ اس لیے چھوڑے ہیں تاکہ آنے والی دنیا جان سکے کہ میں نے انہیں مارا کیوں تھا؟ یہ اللہ کے ساتھ مکر کرتے ہیں جب کہ اللہ بہترین چال چلنے والا ہے۔ لہٰذا ان کی تاریخ کا غور سے مطالعہ کریں، آپ کو سانپ اور سیڑھی کا کھیل نظر آئے گا۔ کبھی بخت نصر اور کبھی ہٹلر انہیں بری طرح کرش کر دیتا ہے۔

اب آئیے، غزہ کے حالیہ واقعات کی طرف! اس کے لیے غزہ کی کسی قدر تاریخ اور جغرافیہ کا جائزہ لینا ہوگا۔ غزہ کا تاریخی شہر اسرائیل اور مصر کی سرحد پر mediterranean sea کے تنگ ساحلی علاقے کی پٹی پر واقع ہے۔ حضور ﷺ کے پردادا ہاشم کی قبر بھی غزہ ہی میں ہے۔ اسی نسبت سے اسے غزہ ہاشم بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں اسے اسلامی سلطنت میں شامل کیا گیا۔ اموی اور عباسی دور میں بھی غزہ کو اسلامی سلطنت میں اہم انتظامی حیثیت حاصل تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں ایک عظیم الشان مسجد غزہ میں تعمیر ہوئی جسے مسجد عمرؓ کا نام دیا گیا۔ صلیبی جنگوں کے دوران عیسائیوں نے فاطمی حکمرانوں سے غزہ کا شہر چھین لیا اور اس مسجد کو چرچ میں تبدیل کر دیا۔ 1191ء میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے عیسائیوں کو شکست دے کر غزہ فتح کر لیا۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران عثمانی ترکوں کا غزہ پر قبضہ تھا۔ 1923ء سے 1948ء تک غزہ برطانوی کنٹرول میں رہا۔ 1949 میں مصر کی حکمرانی میں دے دیا گیا لیکن مصر نے فلسطینیوں کو اپنی شہریت نہ دی۔ 1959ء میں آل فلسطین حکومت ختم کر دی گئی۔ جمال عبدالناصر نے پین عرب ازم کے تحت اسے کنٹرول میں لے لیا، لیکن مصر میں ضم نہ کیا اور ایک مقبوضہ علاقے کی حیثیت سے رکھا اور وہاں فوجی گورنر کے ذریعے حکومت کی۔ جون 1967ء کی جنگ میں اسرائیل نے اس پر پھر قبضہ کر لیا۔ 1979ء میں اسرائیل اور مصر کے مابین ایک معاہدے کے تحت اس علاقے کی محدود خود مختار حیثیت کو تسلیم کر لیا گیا۔ ستمبر 1993ء میں

اوسلو معاہدے کے تحت جو اسرائیل اور پی ایل او کے درمیان ہوا اسے فلسطین کا حصہ بنا دیا گیا اور یاسر عرفات مرحوم نے غزہ کو اپنا صوبائی ہیڈ کوارٹر بنالیا۔ 1995ء میں ایک اور معاہدہ پی ایل او اور اسرائیل کے درمیان ہوا اور مغربی کنارے کی طرف بہت سے حصہ کا فلسطینی اتھارٹی کو کنٹرول دے دیا گیا اور 88 منتخب نمائندوں کی کونسل قائم کر دی گئی۔ مصر اسرائیل سے معاہدے کے مطابق جنوبی بارڈر کو کنٹرول کرتا رہا۔ یوں اسرائیل نے پی ایل او کو رام کر کے اپنے تئیں اپنی سیکیورٹی کو یقینی بنا لیا۔ جنوری 2006ء کے انتخابات میں حماس نے غیر متوقع طور پر اپنی حریف جماعت الفتح کو شکست دے کر اقتدار حاصل کر لیا۔ حماس کے لیڈر اسماعیل ہنیہ وزیر اعظم بن گئے، جو آغاز سے اسرائیل کے ساتھ معاہدات کی مخالفت کر رہے تھے۔ لہٰذا اسرائیل اور اس کے حواری امریکہ اینڈ کمپنی پریشان ہو گئے ۔ انہوں نے محمود عباس جو اسرائیل اور مغرب دونوں کے فیورٹ ہیں، کے ذریعے ایک سال میں ہی اسماعیل ہنیہ کی حکومت برخاست کر دی، لیکن انہوں نے صدر کے احکامات کی تعمیل سے انکار کر دیا۔ غزہ میں چونکہ انہیں زبردست حمایت حاصل تھی، وہ وہاں جم کر بیٹھ گئے۔ لہٰذا اقتدار دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ مغربی کنارے کا کنٹرول P.N.A یعنی فلسطین نیشنل اتھارٹی اور غزہ کا کنٹرول حماس کے ہاتھ میں آ گیا۔ محمود عباس کی سربراہی میں فلسطین نیشنل اتھارٹی تو اسرائیل کے سامنے سرنگوں ہو چکی ہے۔ اب غزہ میں حماس سے ہتھیار رکھوانے کے لیے اسرائیل امریکہ اور مغرب کی سرپرستی میں اس درندگی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

اسرائیلی یہودی یا امریکی اور یورپی عیسائی وہ تو اسلام کے علانیہ دشمن ہیں۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کارروائیاں اور جنگ و جدل کرتے ہیں تو گلہ کرنا چہ معنی دارد۔ سوال یہ ہے کہ مسلمان خصوصاً ان کے حکمران وہ کس کھیل تماشے میں پڑے ہیں۔ اس کے سوا کیا کہیں اور کیا لکھیں ؏ حمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے۔ عرب ممالک کا یہ حال ہو چکا ہے کہ اسرائیل کی زبان اور بیان سے مذمت کرتے ہوئے خوف کھانے لگے ہیں۔ سعودی عرب کے شاہ عبداللہ نے فریقین کو تحمل و برداشت کا مظاہرہ کرنے کو کہا ہے۔ شنید یہ ہے کہ مختلف عرب ممالک کی طرف سے حماس کو بڑی بڑی رقوم اور عطیات کی آفر ہوئی ہے، اگر وہ اسرائیل کے خلاف اپنی مزاحمت ختم کر دیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عقل کے یہ اندھے جن کے دماغوں میں بھس بھرا ہوا ہے، انہوں نے کبھی تاریخ کا سرسری مطالعہ بھی نہیں کیا۔ دشمن کبھی منت سماجت سے راضی ہوا ہے؟ امن کبھی بھیک اور خیرات میں ملا ہے؟ دشمن حالات کا صحیح ادراک رکھتا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ عالم اسلام کو پیچھے کی طرف دھکیلتا جا رہا ہے۔ وہ اس کی پشت دیوار سے لگا دینا چاہتا ہے، اور سارے راستے بند کر کے بالآخر نیست و نابود کر دینے کی تیاریاں کر رہا ہے اور مسلمان ممالک کا حال ڈربے کی مرغیوں کی کا سا ہے جو ایک کے ذبح ہونے پر کہتی ہیں شکر ہے ہم بچ گئیں۔ وہ نہیں جانتیں کہ انہیں چند ساعت کی مہلت ملی ہے۔ مسلمان ممالک اگر مہلت سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو تباہی کے سوا ان کا مقدر کیا ہو سکتا ہے۔

دہشت گردی، قتل و غارت اور جنگ و جدل کے اس دور میں جب تمام تر توجہ میڈیا کی طرف مبذول ہے، خبروں اور تبصروں کے لیے آنکھیں اور کان اسی طرف لگے ہوئے ہیں، میڈیا کا ذکر کیے بغیر بات ادھوری رہ جاتی ہے۔ جس الیکٹرانک میڈیا کو ملالہ کے زخمی ہونے پر حد درجہ ملال ہوا تھا، یوں معلوم ہوتا تھا جیسے انسانی تاریخ کا سب سے بڑا المیہ، سب سے بڑا سانحہ وقوع پذیر ہوا ہے، غزہ میں فلسطینی بچوں کی جگہ جگہ بکھری ہوئی لاشوں سے ان کا دل رتی بھر نہیں پسیجا۔ شاید کیڑے مکوڑے مسلے گئے ہیں۔ اگر انسان صرف گورے ہیں تو رنگ تو ان بچوں کا بھی گورا تھا۔ ملالہ سے کہیں زیادہ سفید و سپید، اور عمر میں اس سے بھی چھوٹے۔ کیا امریکی ڈالروں اور یو ایس ایڈ میں اتنی کشش ہے کہ خون بھی سفید ہو جاتا ہے۔ ضمیر بلڈوز ہو جاتا ہے' دل پتھر ہو جاتے ہیں، اور آنکھیں ماتھوں پر آ جاتی ہیں۔ شرم' غیرت' حمیت جیسے الفاظ اپنے معنی کھو دیتے ہیں۔ اس امریکی سینیٹر نے ٹھیک ہی کہا ہو گا کہ پاکستانی دولت کی خاطر ماں کو بھی بیچ دیتے ہیں۔ انہیں قارون کا انجام کیوں یاد نہیں؟ یہ کیوں نہیں سوچتے ہمارے بڑے کیا ہوئے، کہاں چلے گئے اور انہیں بھی چلے جانا ہے۔ کون آج تک بچا ہے جو یہ بچ جائیں گے۔ اسلامی ممالک کے سربراہ ہوں یا ہمارا سیکولر طبقہ کیوں نہیں یہ آج تک جان سکے کہ دنیا میں مسلمانوں کے خلاف غیروں کا ساتھ دینے والے آخرت میں بھی غیروں کے ساتھ ہی ہوں گے ۔ وما علینا الا البلاغ!

☆☆☆

بیاپہ مجلس اسرار

دورِ حاضر کا سب سے بڑا شرک

غیر اللہ کی حاکمیت کا تصور اس دور کا سب سے بڑا شرک ہے۔ بادشاہی صرف اللہ کے لیے ہے۔ اور اسی کی بہترین تعبیر علامہ اقبال نے اس طرح کی ہے ؎

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اِک وہی' باقی بتانِ آزری!

چاہے وہ فردِ واحد ہو' جو فرعون یا نمرود بن گیا ہو اور چاہے وہ حاکمیت جمہور کا تصور ہو۔ یہ بات سمجھانے کے لیے میں نے بارہا یہ تمثیل بیان کی ہے کہ گندگی کی کوئی ٹنوں وزنی گٹھڑی خواہ ایک شخص کے سر پر رکھی ہو اور خواہ اسے تولہ تولہ' ماشہ ماشہ تمام لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے' گندگی تو گندگی رہے گی۔ فرعونیت اور نمرودیت یہ تھی کہ ایک فرد اقتدارِ اعلیٰ کا مدعی تھا۔ فرعون نے کہا تھا: ﴿اَلَیۡسَ لِیۡ مُلۡکُ مِصۡرَ وَهٰذِهِ الۡاَنۡهٰرُ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِیۡ﴾ (الزخرف:51) ''کیا مصر کی حکومت میری نہیں ہے؟ اور یہ نہریں میرے نیچے (میرے زیر انتظام) نہیں بہہ رہی ہیں؟'' یعنی یہ آب پاشی اور آب رسانی کا سارا نظام میرے اختیار میں ہے' جس کو چاہوں پانی دوں' جس کا چاہوں موگہ بند کر دوں۔ یہ تھا فرعون کا دعویٰ جس کو قرآن مجید نے تعبیر کیا کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کیا ﴿اَنَا رَبُّکُمُ الۡاَعۡلٰی﴾ لیکن یہی معاملہ آج یہ صورت اختیار کر چکا ہے کہ خدائی کا دعویٰ تقسیم ہو گیا ہے' اسے تمام لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ نظری اعتبار سے سب حاکم ہیں۔ عوام کی حاکمیت (Popular Sovereignty) کا یہی مطلب ہے' لیکن جان لیجئے کہ اسلام کے نزدیک حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ ﴿لَهٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ آسمانوں اور زمین کی حاکمیت کا حق صرف اُسی کو حاصل ہے اور بالفعل بھی وہی حاکم ہے۔

(بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کتاب ''اُمّ المسبحات یعنی سورة الحدید کی مختصر تشریح'' سے ایک اقتباس)

حج کا عالمی اجتماع اور امت مسلمہ کا مقصد وجود

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 16 نومبر 2012ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

حضرات محترم! جیسے کہ آپ کے علم میں ہے میری چند روز قبل ہی سفر حج سے واپسی ہوئی۔ یہ بات بجا طور پہ کہی جاتی ہے کہ اللہ کے گھر کے لئے بلاوا بھی اللہ کی طرف سے آتا ہے۔ یقیناً اللہ کی مشیت اور اس کے اذن کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ میرے ساتھ بھی یہی ہوا۔ حج کے لئے پہلے سے کوئی پلاننگ اور ارادہ نہیں تھا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے دو مرتبہ حج کی توفیق اور سعادت عطا فرمائی ہے۔ لیکن تنظیم سے وابستہ بعض دوستوں سے ملاقات مقصود تھی، جو دوسرے ممالک میں قیام پذیر ہیں اور وہ حج پر آ رہے تھے۔ اس ملاقات کی عملی شکل یہی نظر آئی کہ میں بھی حج پر چلا جاؤں۔ یوں ملاقات کا سامان بھی ہو جائے گا اور ایک مرتبہ پھر حج کی سعادت بھی حاصل ہو جائے گی۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس حج کو قبول فرمائے۔

حج ارکان اسلام میں سے ہے۔ حدیث رسول ﷺ کے مطابق اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے: یعنی کلمہ، نماز، زکوٰۃ، ماہ رمضان کے روزے اور حج بیت اللہ۔ ان ارکان میں سے پہلا رکن (یعنی کلمہ) اسلام کی بنیاد ہے۔ اس لئے کہ اس کے ذریعے ایک شخص کا داخلہ اسلام میں ہوتا ہے۔ یہ verbal testimony ہے۔ اس کے بعد کی چار چیزیں عملی ہیں۔ یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، اور حج۔ ان میں سے بھی ہر مسلمان پر صرف دو ہی فرض ہیں: نماز اور روزہ۔ زکوٰۃ صرف اصحاب نصاب پر فرض ہے، ہر ایک پر فرض نہیں ہے۔ اسی طرح حج بھی اُسی مسلمان پر فرض ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو۔ جس کے پاس سفر خرچ کے علاوہ اپنے گھر والوں کے لئے خرچہ موجود ہو۔ اگر یہ نہیں ہے تو پھر حج فرض نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حج بیت اللہ واحد فریضہ ہے جو مقامات سے متعلق ہے۔ نماز آپ کہیں بھی پڑھ سکتے ہیں، روزہ بھی ہر کہیں رکھ سکتے ہیں۔ لیکن حج وہ رکن ہے جو خاص مقامات پر پہنچ کر ہی ادا ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں حج کا تذکرہ بڑی شان سے سورۃ آل عمران میں آیا ہے۔ فرمایا:

﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ہُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (۹۶) ﴾

''پہلا گھر جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کے لئے مقرر کیا گیا تھا وہی ہے جو مکے میں ہے، بابرکت اور جہان کے لئے موجب ہدایت۔''

اس سے پیچھے بحث کیا چل رہی ہے؟ نبی اکرم ﷺ بھی اپنے آپ کو دین ابراہیمی کے ساتھ منسوب کر رہے تھے۔ یہود و نصاریٰ بھی یہ کہہ رہے تھے کہ ہم دین ابراہیمی پر ہیں۔ پھر اُن کا یہ کہنا بھی تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ساری عمر فلسطین میں گزری ہے۔ آپ نے اپنی اولاد کو بھی وہاں بسایا تھا اور خود بھی وہیں رہے۔ وہاں بے شمار انبیاء آئے ہیں اور اسی علاقے کے اندر دفن ہیں۔ یہ حجاز کی سرزمین تو اُس سرزمین سے الگ ہے۔ لہٰذا یہود کا یہ دعویٰ تھا کہ اصل گھر بیت المقدس ہے۔ یہاں اُس کا جواب دیا کہ پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے مقرر کیا گیا وہ یہیں مکے میں ہے، اور یہ بڑا برکت والا اور جہاں کے لئے موجب ہدایت ہے۔

آگے فرمایا:

﴿ فِیۡہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰہِیۡمَ ۬ۚ وَ مَنۡ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ؕ ﴾

''اس میں کھلی نشانیاں ہیں جن میں سے ایک ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔ جو شخص اس (مبارک) گھر میں داخل ہوا اس نے امن پالیا۔''

اس کے اندر جو روشن اور واضح آیات ہیں اس کے کئی پہلو ہو سکتے ہیں، جنہیں ہم گن نہیں سکتے۔ قصہ مختصر یہ کہ بیت اللہ تجلیات اور انوار الٰہیہ کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ یہ اس زمین کی سب سے زیادہ مقدس عمارت ہے۔ اسی میں مقام ابراہیمؑ ہے۔ بیت اللہ کا ایک اور اختصاص بھی ہے، جو کسی اور مقام کو حاصل نہیں ہے۔ وہ یہ کہ جو بھی شخص وہاں داخل ہو گیا وہ امن میں آ گیا، محفوظ ہو گیا۔ حدود حرم میں اُسے کوئی خوف و خطر نہیں۔ حرم کی حدود بیت اللہ کے اردگرد چند کلومیٹر تک ہیں۔ یہ سب سرزمین حرم ہے۔ اس کی حرمت اس دور میں بھی تھی جب خانہ خدا میں 360 بت رکھے ہوتے تھے۔ دور جاہلیت میں بھی بیت اللہ قتل اور جھگڑوں وغیرہ سے پاک ہوتا تھا۔ عربوں کے ہاں انتقام لینا گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ ایک شخص جب تک اپنے باپ کے قاتل کو سزا نہ دے دے، اُسے کو چین نہ آتا تھا۔ لیکن اگر باپ کا قاتل بھی بیت اللہ میں آ جاتا تو اس کو بھی نہ وہاں چھیڑا جاتا تھا، کہ یہ سرزمین حرم ہے۔

آگے فریضہ حج کا تذکرہ ہے۔ فرمایا:

﴿ وَ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا ؕ ﴾

''اور لوگوں پر اللہ کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اس کا حج کرے۔''

حج ہر اُس مسلمان پر فرض ہے جو مالی اور جسمانی اعتبار سے سفر بیت اللہ کی استطاعت رکھتا ہو۔ اُس کے پاس سفر خرچ بھی ہو اور پیچھے بچوں کی کفالت کا خرچہ بھی

موجود ہو۔ جس کے پاس زادراہ اور گھر والوں کے اخراجات کے لئے پیسے نہ ہوں، اس پر حج فرض نہیں ہے۔

آگے فرمایا:

﴿ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (۹۷) ﴾

''اور جو اس حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو اللہ بھی اہل عالم سے بے نیاز ہے۔''

یہ بہت بڑی وعید ہے۔ یہ سخت ناراضی کا انداز ہے۔ حج جس وقت فرض ہو جائے اسی وقت ادا کرنا چاہیے۔ جو ایسا نہ کرے گا وہ جان لے کہ اللہ غنی ہے۔ اُسے بندوں کی عبادت کی کوئی احتیاج نہیں۔ ہمارے ہاں یہ روش چلی آتی ہے (جس میں اب بہتری آ رہی ہے) کہ بہت زیادہ بوڑھے ہو جانے پر ہی لوگ حج کا قصد کرتے ہیں۔ حالانکہ حج تو اُس وقت فرض ہو جاتا ہے جب آدمی کو حج بیت اللہ کے لئے مالی مقدرت حاصل ہو جائے۔ اگر وہ حج نہیں کر رہا ہے، تو یہ طرزِ عمل اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا موجب ہے۔ پھر اللہ کو ایسے شخص کی کوئی پروا نہیں۔

یہاں حج کا ایک خاص پہلو بھی واضح کر دیا جائے۔ ارکان اسلام میں نماز بدنی عبادت ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ یاد رہے۔ روزہ سے مقصود یہ ہے کہ بندوں میں اللہ کا تقویٰ پیدا ہو جائے۔ زکوٰۃ جو مالی عبادت ہے، آدمی کو پاک کرتی ہے، اُس کا تزکیہ کرتی ہے۔ انسان کے ساتھ حُبِ مال کی نجاستیں لگی ہوئی ہیں، جو راہ ہدایت پر چلنے میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ جب تک ان رکاوٹوں کو دور نہ کیا جائے گا اس راہ پر چلنا بڑا مشکل ہو گا، قدم قدم پر بریک لگے گی۔ لہٰذا راہ حق پر چلنے کے لئے اپنے آپ کو ان چیزوں سے پاک کرنا ہوتا ہے۔ زکوٰۃ یہی کام کرتی ہے۔ وہ حُبِ دنیا اور حبِ مال کی نجاستوں کو سینے سے نکالتی اور باطن کو پاکیزگی عطا کرتی ہے۔ حج ان تمام عبادات کا جامع ہے۔ اس میں نماز بھی ہے۔ بیت اللہ کا طواف بھی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب اور تعلق مع اللہ کے ذرائع ہیں۔ اس میں مال بھی خرچ ہوتا ہے۔ اس میں روزے جیسی مشقتیں اور اُس سے ملتی جلتی پابندیاں بھی آ جاتی ہیں۔ اِس اعتبار سے یہ تمام عبادات کا جامع ہے، لیکن اس کا منفرد پہلو جو اُسے دوسری عبادات سے ممیّز کرتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کی اجتماعیت کا مظہر ہے۔ اللہ یہ چاہتا ہے فرزندانِ توحید جو سفر حج کی استطاعت رکھتے ہوں دنیا کے کونے کونے سے آ کر یہاں جمع ہوں دیکھئے، اُمت مسلمہ زمین پر اللہ کی نمائندہ امت ہے۔ یہ ایک خاص امتیازی مقام رکھتی ہے۔ اس کو دنیا کی دوسری اقوام پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

پریس ریلیز 19 نومبر 2012ء — حافظ عاکف سعید

نہتے فلسطینی مسلمانوں پر اسرائیلی حملے صہیونی ریاستی دہشت گردی اور درندگی کی بدترین مثال ہے

مسلمان متفقہ لائحہ عمل اختیار کر کے مظلوم فلسطینی بھائیوں کو اسرائیل کی سفاکیت سے نجات دلائیں

غزہ میں نہتے فلسطینی مسلمانوں پر صہیونی بحریہ اور فضائیہ کے حملوں اور ان میں معصوم بچوں سمیت درجنوں مرد و خواتین کی شہادتیں صہیونی ریاستی دہشت گردی اور درندگی کی بدترین مثال ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے فلسطین پر اسرائیل کے وحشیانہ حملے کے حوالے سے اپنے مذمتی بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ اس یہودی دہشت گردی اور بدترین سفاکیت پر عالمی ضمیر خاموش ہے۔ عالمی سطح پر قیام امن کے راگ الاپنے والے اندھے، بہرے اور گونگے بنے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے اس امر پر شدید غم و غصہ کا اظہار کیا کہ اقوامِ متحدہ کے نام سے کارگزار اقوام عالم کی نمائندگی کی دعویدار عالمی تنظیم نے بھی اسرائیلی جارحیت اور درندگی روکنے کا اہتمام کرنے کے بجائے حسب روایت فلسطینیوں سے ہی یہ مطالبہ کیا ہے کہ وہ اسرائیل پر راکٹ باری سے باز آ جائیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ یہ صورتحال بھی اگر مسلمانوں کی آنکھیں نہیں کھولتی تو اس سے زیادہ شرمناک بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کی تنظیموں عرب لیگ اور او آئی سی نے ماضی میں ایسے تمام مواقع پر بے حمیتی کا مظاہرہ کر کے اپنا بے معنی ہونا ثابت کیا ہے۔ اب ایک مرتبہ پھر یہ اُن کا امتحان ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ مسلمان جرأت اور حمیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسرائیلی جارحیت کے خلاف ہر سطح پر صدائے احتجاج بلند کریں اور متفقہ لائحہ عمل اختیار کر کے مظلوم مسلمانوں کو اسرائیل کی سفاکیت سے نجات دلائیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ غزہ پر صہیونی درندگی کے ننگے ناچ پر عالمی طاقتوں' امریکہ' یورپی یونین اور اقوام متحدہ کی مجرمانہ خاموشی نے ایک بار پھر دنیا کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کو یہ کھلا پیغام دیا ہے کہ موجودہ عالمی نظام میں ان کے لیے انصاف کی کوئی گنجائش نہیں۔ مسلمان اس پیغام کو پڑھیں اور عالمی انصاف کی زنجیریں ہلانے کے بجائے اپنی قوتِ بازو آزمانے کا راستہ اختیار کریں۔ اس کے لیے انہیں اپنے ملکوں میں اللہ سے بغاوت پر مبنی سیکولر جمہوری اور آمرانہ نظاموں کو ترک کر کے اسلامی نظام کو اپنانا ہوگا' تاکہ اللہ کی مدد اُن کے شامل حال ہو جائے۔

پریس ریلیز 23 نومبر 2012ء

حضرت حسینؓ نے اسلام کے سیاسی نظام میں محض ایک دراڑ آنے پر اہل خانہ سمیت اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا

مگر آج اسلام کا سیاسی، معاشی اور معاشرتی ڈھانچہ مکمل طور پر زمین بوس ہو چکا ہے لیکن عالم اسلام میں کوئی تشویش نہیں پائی جاتی

حضرت حسینؓ نے اسلام کے سیاسی نظام میں محض ایک دراڑ آنے پر اہل خانہ سمیت اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آج اسلام کا سیاسی، معاشی اور معاشرتی ڈھانچہ مکمل طور پر زمین بوس ہو چکا ہے لیکن عالم اسلام میں کوئی تشویش نہیں پائی جاتی۔ مسلمان حکمران اسلام دشمن قوتوں کو خوش کر کے اپنا اقتدار بچانے کی فکر میں ہیں اور امت مسلمہ بحیثیت مجموعی دنیوی خواہشات پوری کرنے میں جُتی ہوئی ہے الا ماشا اللہ۔ ہم اسلام دشمن قوتوں کو دندان شکن جواب دینے کی صلاحیت و جرأت نہیں رکھتے۔ حضرت حسینؓ کا اُسوہ فراموش کرنے کی وجہ سے شکست و ہزیمت ہمارا مقدر بنی ہوئی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اسلامی نظام قائم کئے بغیر ہم دنیا و آخرت میں سرخرو نہیں ہو سکتے۔ غزہ میں اسرائیلی درندگی اور بربریت کا ذکر کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ عالمی سطح پر دشمنان اسلام سے گلہ کرنا بیکار ہے۔ خود اسلامی ممالک اور اُن کے سربراہان کا رویہ اور طرزِ عمل انتہائی قابل مذمت ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ملالہ کے زخمی ہونے پر آسمان سر پر اٹھا لینے والے میڈیا کو سانپ سونگھ چکا ہے اور ننھے منھے فلسطینی بچوں کی بکھری ہوئی لاشیں اُسے اپنی طرف متوجہ کرنے میں ناکام رہی ہیں۔ آخر میں اُنہوں نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ اگر مسلمان ممالک اللہ، رسول اور اُس کی کتاب سے اپنا تعلق از سرِ نو قائم نہیں کریں گے تو دشمن یونہی ہمارے بچوں کے خون سے ہولی کھیلتا رہے گا۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت' تنظیم اسلامی)

اس کے اجزائے ترکیبی ہی کچھ اور ہیں۔ بقول اقبال

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ

اُمت کا اصل مفہوم کیا ہے؟ امت ہم مقصد لوگوں کا اجتماع ہے۔ دنیا میں اقوام کا جو تصور چلا آتا ہے، اسلام کا تصورامت اُس سے قطعی مختلف ہے۔ عام طور پر قومیں نسل کی بنیاد پر بنتی ہیں، زبان کی بنیاد پر تشکیل پاتی ہیں، یا پھر علاقے کی بنیاد پر وجود میں آتی ہیں۔ امت مسلمہ اِس قسم کی بنیادوں پر ایک قوم نہیں ہے، بلکہ یہ ایک نظریاتی گروہ ہے۔ اس کی اساس کلمہ توحید ہے۔ اس میں ہر نسل، ہر زبان، ہر علاقے کا وہ شخص شامل ہوتا ہے جو کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے۔

یہ امت ایک خاص مقصد کے لئے تشکیل دی گئی ہے۔ دنیا کے دوسرے انسانوں کی طرح ہمارا مقصد زندگی یہ نہیں ہے کہ دنیا میں آئے، کھایا پیا، دنیا کی لذتوں سے فائدہ اٹھایا، دنیا کی دوڑ میں ایک دوسرے سے مقابلہ کیا اور یہاں سے چلے گئے۔ ہم ایک عظیم مقصد کے حامل ہیں۔ وہ مقصد کیا ہے؟ وہ مقصد ہے شہادت علی الناس۔ یہ وہ مقصد ہے کہ جس کے لئے رسول اور نبی آئے تھے۔ نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپؐ کی بعثت پر نبوت و رسالت کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا۔ لیکن اللہ کے دین کو کل نوع انسانی تک پہنچانے اور انسانوں کی اصلاح و فلاح کا کام ابھی باقی ہے۔ اسی مقصد کو پورا کرنے کے لیے یہ امت تشکیل دی گئی ہے۔ یہ مقصد بہت اونچا اور بہت بابرکت ہے۔ یہ اپنی اصل کے اعتبار سے انقلابی بھی ہے۔ امت کا کام یہ ہے کہ اللہ کے دین کو زبانی بھی پہنچائے، اور اُسے نافذ کر کے دنیا کو اُس کا عملی نقشہ بھی دکھائے۔ رسول جب کسی قوم کی طرف آتے تو یہی کیا کرتے تھے۔ اللہ کا پیغام پہنچاتے بھی تھے، اس پیغام پر عمل کر کے بھی دکھاتے تھے اور اس دین کو نافذ اور قائم کر کے لوگوں کے سامنے اس کا نمونہ بھی دکھاتے تھے کہ یہ ہے اللہ کا دیا ہوا نظام۔ یہ تمام رسولوں کی بعثت کا مقصد رہا ہے، جس کا ذکر سورۃ الحدید میں ان الفاظ میں آیا ہے۔ فرمایا گیا:

﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ﴾ (آیت 25)

''ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا، اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو (یعنی قواعد عدل) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی رہنمائی کے لئے رسول بھیجے۔ وہ اُن کے ساتھ کتاب اور میزان بھی اتارتا رہا۔ کتاب ہدایت کا سامان ہوتی تھی، تاکہ لوگ اس پر چلیں اور نتیجتاً آخرت میں کامیاب ہو جائیں جو اصل کامیابی ہے۔ اور میزان اس لئے دی، تاکہ اُسے دنیا میں نصب کیا جائے، جس کے نتیجے میں معاشرے میں عدل وانصاف ہو، ایک ایسا ماحول میسر آئے جس میں انسان کی انسانیت کو فروغ ملے، اور شیطنت اور حیوانیت کا خاتمہ ہو، اُسے بیخ و بن سے اکھاڑا جاسکے۔ اللہ نے لوہا بھی نازل کیا، جس میں بڑی جنگی قوت ہے۔ لوہے کے بھیجنے سے مقصود یہ ہے کہ اللہ کی زمین پر جو لوگ اللہ کے نظام کے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں، ان کا فولاد کی قوت سے قلع قمع کیا جائے۔ کتاب ہدایت اور میزان عدل پر مبنی یہ نظام نوع انسانیت کے لئے رحمت ہے۔ یہ دنیا میں بھی عدل و خوشحالی کا ضامن ہے اور آخرت کی فوز و فلاح کے لئے بھی راہ ہموار کرتا ہے۔ لہٰذا اس نظام کا قیام ضروری ہے۔ اگر یہ نظام نہیں ہوگا تو شیطانی نظام رائج ہوگا، جو بڑے پیمانے پر لوگوں کی عاقبت برباد کر کے رکھ دے گا، اور اس سے دنیا میں بھی فساد ہوگا، جیسے کہ ہم اس وقت دیکھ رہے ہیں۔ پس رسولوں کا جو مقصد بعثت تھا، ختم نبوت کے بعد اسی مقصد کو پورا کرنے کے لئے یہ اُمت تشکیل دی گئی ہے۔ چنانچہ سورۃ البقرہ میں فرمایا گیا:

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا ۭ﴾

''اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنایا ہے، تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبرؐ (آخر الزماں) تم پر گواہ بنیں۔''

اسی بات کو سورۃ آل عمران میں یوں کہا گیا:

﴿ كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ﴾

''(مومنو!) جتنی امتیں (لوگوں میں پیدا) ہوئیں تم ان میں سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ یہ امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بہترین امت ہے۔ یہ لوگوں کی فلاح و اصلاح کے لئے تشکیل دی گئی ہے۔ اُسے دوسروں تک اللہ کا پیغام پہنچانا ہے، اور خود اِس پیغام کا عملی نمونہ بھی بن کر دکھانا ہے۔ اِسے نیکیوں کا حکم دینا، اللہ کے دین کو قائم و نافذ کرنا ہے۔ اِسے منکرات کے خلاف آواز اُٹھانا ہے، اور طاقت حاصل ہو جانے پر انہیں جڑ سے اکھاڑنا ہے۔ حدیث رسولؐ ہے: ''تم میں سے جو شخص برائی دیکھے اُسے چاہیے کہ اُسے ہاتھ کی قوت سے روکے۔ جو اس کی طاقت نہیں رکھتا وہ زبان سے روک دے اور جو اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا، وہ دل سے بُرا جانے اور یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔'' یہ اُمت اسی کام کے لئے تشکیل دی گئی ہے۔ اُسے یہ کام پوری دنیا میں کرنا ہے۔ اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ کی رسالت پوری نوع انسانی اور قیامت تک کے لئے ہے۔ پس یہ اُمت اپنی جگہ ایک انقلابی جماعت ہے، ایک انقلابی نظریاتی پارٹی ہے۔ اس پارٹی کو اپنا انقلابی پیغام یاد رکھنے کے لئے جمعہ کا نظام قائم ہے۔ یعنی ہر جمعہ کو مسلمان جمع ہوں اور اپنا سبق یاد رکھیں۔ یہ بات بھولنے نہ پائیں کہ وہ کس مقصد کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ پھر جیسے ہر انقلابی جماعت اپنا سالانہ اجتماع منعقد کرتی ہے، اسی طرح امت مسلمہ (جو اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے اور ساری دنیا میں پھیلے ہوئے مسلمانوں پر مشتمل ہے) کا سالانہ اجتماع حج کی صورت میں ہوتا ہے جس میں لوگ دنیا کے کونے کونے سے چل کر آ رہے ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ان میں وحدت فکر کی ایک خاص کیفیت تازہ ہو جاتی ہے۔ یہ ایک روح پرور منظر ہوتا ہے۔

حج ایک منفرد قسم کی عبادت ہے۔ والد محترمؒ فرمایا کرتے تھے کہ حج کا معاملہ دوسری عبادتوں سے ہٹ کر ہے۔ ہمارے ہاں عام طور پر تصور یہ ہے کہ عبادت کے لئے زیادہ سے زیادہ نوافل پڑھ لیے جائیں، قرآن پڑھ لیا جائے، لیکن فریضہ حج اس حوالے سے منفرد شان کا حامل ہے کہ یہاں تو ایک درویشی اور دیوانگی کا سابق ملتا ہے۔ لوگ سعی کر رہے ہیں، طواف کر رہے ہیں۔

(باقی صفحہ 12 پر)

''ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا، اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو (یعنی قواعد عدل) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔'' (القرآن)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

فرقان دانش

(گزشتہ سے پیوستہ) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے جنگ صفین میں حصہ نہیں لیا بلکہ فریقین میں مصالحت کی کوشش کرتے رہے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے 56 ہجری میں جب اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانے کی مہم چلائی تو اُنھوں نے بھرپور مخالفت کی۔ امیر معاویہؓ نے ہر چند کوشش کی کہ وہ تسلیم کرلیں لیکن اُنھوں نے دوٹوک انداز میں کہا کہ جانشین مقرر کرنے کے لیے رسول اقدس ﷺ کا طریقہ اپنائیں یا خلفائے راشدین کا طریقہ اپنائیں۔ نبی اکرم ﷺ کے بعد امت نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت پر اتفاق کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین نامزد کیا جس کا ان کے ساتھ کوئی نسبی تعلق نہ تھا اور حضرت عمرؓ نے چھ افراد کا بورڈ بنادیا اور عوام کو اختیار دے دیا گیا کہ ان میں سے جس کو بہتر سمجھیں اپنا خلیفہ منتخب کرلیں۔ اس کے علاوہ کوئی اور صورت قابل قبول نہیں ہوسکتی۔

60 ہجری میں حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد ان کا فرزند یزید مسند اقتدار پر متمکن ہوا تو اس نے مدینہ منورہ کے گورنر ولید بن عتبہ کے نام پیغام بھیجا کہ حسین بن علیؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ سے بیعت لینے کی کوشش کریں۔ اس نے بڑی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ مدینہ منورہ چھوڑ کر مکہ معظمہ میں آباد ہوگئے۔ حضرت حسینؓ بھی مکہ معظمہ پہنچے لیکن ان کا ارادہ کوفہ روانگی کا تھا۔ کبار صحابہ کرامؓ نے انھیں کوفہ جانے سے روکا، لیکن کوفیوں کی جانب سے بار بار دعوت ملنے کی بنا پر وہ شہادت کے سفر پر روانہ ہوگئے اور میدان کربلا لہورنگ ہوا۔

یزید نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے بیعت لینے کی، ہر چند کوشش کی، لیکن انھوں نے صاف انکار کر دیا۔ اس مقصد کے لیے وفود بھیجے جو ناکام واپس لوٹے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی خلافت کا دعویٰ کر دیا۔ اہل حجاز نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے یزید کی جانب سے مقرر کردہ حکومتی عملے کو مدینہ منورہ سے نکال دیا۔

یزید کو جب یہ خبر ملی تو اسے بڑا رنج ہوا۔ اس نے مسلم بن عقبہ کی قیادت میں ایک لشکر حجاز کی طرف روانہ کیا۔ اس نے مدینہ منورہ پہنچ کر قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ بہت سے مدنی باشندے تہہ تیغ کر دیئے گئے اور لوگوں سے بزور شمشیر یزید کے حق میں بیعت حاصل کر کے یہ لشکر واپس لوٹا۔ اس واقعے کو تاریخ میں واقعۂ حرہ کہا جاتا ہے۔

مدینہ منورہ میں دوبارہ بنوامیہ کی حکومت بحال کرنے کے بعد مسلم بن عقبہ نے مکہ معظمہ کی طرف پیش قدمی کی، لیکن وہ راستے میں ہی دم توڑ گیا۔ حصین بن نمیر اس کا جانشین مقرر ہوا۔ اس نے مکہ معظمہ پہنچ کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مقابلہ شروع کر دیا۔ جبل ابوقبیس سے حرم شریف پر سنگ باری شروع کردی، کیونکہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ یہاں مقام پذیر تھے۔ لڑائی جاری تھی کہ یزید کے انتقال کی خبر مکہ معظمہ پہنچی، جس سے شامی فوج کے حوصلے پست ہوگئے۔ اُنھوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مصالحت کرنا چاہی، لیکن اُنھوں نے اُسے تسلیم نہ کیا، جس سے اختلافات کی خلیج اور وسیع ہوگئی۔

یزید بن معاویہؓ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا معاویہ بن یزید مسند اقتدار پر براجمان ہوا، لیکن اُس نے سنگین اور ناگفتہ بہ حالات کو دیکھتے ہوئے اقتدار سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔ اس کے اعلان کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے لیے میدان صاف ہوگیا۔

بنوامیہ کے اقتدار کی ناؤ ڈوب گئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے بنوامیہ کے حکومتی عملے کو مدینہ منورہ سے نکل جانے کا حکم صادر کر دیا۔

مروان بن حکم اپنے بیمار بیٹے عبدالملک کو لے کر مدینہ منورہ کو خیرباد کہتے ہوئے یہاں سے چلا گیا۔ اور دمشق میں جا کر قیام کیا۔ دمشق میں بنوامیہ نے پھر انگڑائی لی، اپنا کھویا ہوا اقتدار واپس لینے کے جدوجہد شروع کی۔ مروان بن حکم کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک بن مروان جانشین ہوا۔ اس نے مسند اقتدار سنبھالتے ہی ان علاقوں پر بنوامیہ کی حکومت دوبارہ بحال کرنے کی، جدوجہد شروع کی، جہاں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا اقتدار قائم تھا۔ انھوں نے اسلامی ریاست کا دارالحکومت مکہ معظمہ کو بنایا تھا۔ حجاز، یمن، بصرہ، کوفہ، خراسان، دمشق کے علاوہ شام کے بیشتر علاقے ان کے زیراقتدار تھے۔ عبدالملک بن مروان نے دوبارہ ان علاقہ جات کو اپنے قبضے میں لینے کا ایک جانب سے آغاز کیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پایۂ تخت مکہ معظمہ کو اپنے قبضے میں لینے کے لیے حجاج بن یوسف ثقفی کو لشکر کا قائد بنا کر بھیجا گیا۔

حجاج بن یوسف لشکر کی قیادت کرتا ہوا مکہ معظمہ پہنچا اور اس نے وہاں پہنچ کر مکہ کا چاروں طرف سے محاصرہ کرلیا۔ یہ محاصرہ تقریباً چھ ماہ جاری رہا۔ باہر سے کھانے اور پانی کی آمد بند کردی گئی۔ لوگ بھوک پیاس سے مجبور ہوکر عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت سے دستبردار ہونے لگے۔ یہی حجاج بن یوسف کا مقصد تھا کہ پہلے مرحلے میں انھیں تنہا کیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی اس وقت عمر ستر سال ہوچکی تھی، لیکن عزائم جواں تھے۔ تنہا تھے لیکن شجاعت کے کوہ گراں تھے۔ انہوں نے حفاظتی اقدامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے بیت اللہ کے قریب ڈیرے ڈال دیئے۔ ایک روز حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے۔ حجاج کی فوج نے سنگ باری شروع کر دی، جس سے بیت اللہ کو بھی نقصان پہنچا۔ شدید سنگ باری میں بھی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بے حس و حرکت پورے انہماک سے نماز میں مشغول رہے۔

مدمقابل کی ہٹ دھرمی، ظلم و زیادتی اور انارکی کے خوفناک آثار دیکھتے ہوئے اپنی عظیم اماں جان حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ 97 برس کی ہوچکی تھیں اور ان کی آنکھوں کی

بینائی ختم ہو چکی تھی۔ اماں جان سے مشورہ طلب کیا کہ میں ان حالات میں کیا کروں؟ عظیم ماں نے اپنے ہونہار بیٹے کی باتیں سن کر ارشاد فرمایا: ''بیٹا تو خود باخبر ہے۔ اگر تو حق پر ہے اور حق کی طرف دعوت دیتا ہے تو پھر راہِ حق میں آنے والی موت سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ اگر تیرا ارادہ فقط دنیا حاصل کرنا ہے تو پھر تیری اس سوچ پر مجھے افسوس ہے۔ بایں صورت تو نے اپنے آپ کو بھی تباہ کر دیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی تباہ و برباد کر دیا۔'' آپؓ نے جواب دیا: ''اماں جان دنیا کمانا تو کبھی بھی میرے پیش نظر نہیں رہا۔ ان حالات میں مجھے خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے اور پھر میری لاش کی حرمت کو پامال کریں گے۔'' حضرت اسماءؓ نے فرمایا: ''بیٹا اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ بکری کو جب ذبح کر دیا جاتا ہے اس کے گوشت کے کس طرح ٹکڑے کیے جاتے ہیں اس کی بلا جانے۔'' حضرت عبداللہؓ نے کہا: ''اماں جان اللہ جانتا ہے کہ میں نے اپنی رب کی کبھی حکم عدولی نہیں کی، کبھی کسی پر ظلم نہیں کیا، نہ کسی کو کبھی کوئی دھوکہ دیا اور نہ ہی دنیا کمانے کا لالچ کبھی دل میں سمایا۔'' اماں جان نے اپنے فرمانبردار بیٹے کی ایمان افروز باتیں سن کر دعائیں دی۔ ''الٰہی رات کو طویل قیام اور سخت گرمی کے موسم میں روزے کے اہتمام کی بنا پر اس کو اپنی رحمت کے دامن میں لے لے۔ الٰہی میں اسے تیرے حکم کے سپرد کرتی ہوں اور تیرے فیصلے پر راضی ہوں۔ عبداللہ بن زبیر کے معاملے میں مجھے صابر و شاکر لوگوں جیسا ثواب عطا فرمانا۔'' اس کے بعد آپؓ میدان میں نکلے اور شامی فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کر گئے۔

حجاج بن یوسف نے لاش کو سولی پر لٹکا دیا۔ اماں جان کا وہاں سے گزر ہوا تو کہنے لگیں ''یہ شہسوار اپنی سواری سے نیچے کب اترے گا؟ یہ خطیب منبر سے نیچے کب آئے گا؟''

حجاج بن یوسف نے دیکھا کہ ماں اپنے بیٹے کی لاش کے قریب کھڑی ہے تو ان کے پاس پہنچا اور کہنے لگا: اماں جان حکمران وقت عبدالملک بن مروان نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤں۔ کوئی ضرورت ہو تو حکم دیں۔ آپ کے ہر حکم کی تعمیل کی جائے گی۔'' حضرت اسماء ؓ نے گرجدار آواز میں کہا کم بخت خاموش ہو جاؤ۔ میں تیری ماں نہیں ہوں۔ میں تو اس سولی پر لٹکے ہوئے لاشے کی ماں ہوں۔ دفع ہو جاؤ میرے زخموں پر نمک چھڑکنے آئے ہو؟ مجھے تم سے کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے رسول اقدس ﷺ کی زبان مبارک سے سنا تھا کہ قبیلہ بنو ثقیف میں ایک کذاب اور ایک ظالم شخص پیدا ہوگا۔ کذاب تو مختار ثقفی تھا اور ظالم کو آج میں نے دیکھ لیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ تعزیت کے لیے حضرت اسماء بنت ابی بکر ؓ کے پاس آئے اور صبر کی تلقین کی۔ فرمانے لگیں ''میں بھلا صبر کیوں نہ کروں، تاریخ پر میری گہری نظر ہے۔ اس فانی دنیا میں بڑے بڑے حیرت انگیز واقعات رونما ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر حضرت یحییٰ بن زکریا کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا، اور ان کا سر بنو اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت کو بطور تحفہ پیش کیا گیا۔''

حضرت اسماءؓ جب حجاج بن یوسف کی طرف سے مایوس ہو گئیں اور انھیں یقین ہو گیا کہ وہ ان کے لختِ جگر کی لاش ان کے حوالے نہیں کرے گا تو اُنھوں نے کسی ذریعہ سے عبدالملک کو دمشق پیغام بھجوایا۔ ایک روایت ہے کہ ابن زبیر ؓ کے بھائی عروہ بن زبیر ؓ محاصرہ مکہ کے دوران میں آخر وقت تک ان کے ساتھ تھے۔ جب عبداللہ بن زبیر ؓ شہید ہو گئے اور حجاج نے ان کی لاش سولی پر لٹکوا دی تو وہ مکہ سے پوشیدہ طور پر عبدالملک کے پاس دمشق پہنچے۔ عبدالملک عروہؓ سے بڑی محبت اور تکریم سے پیش آیا اور انھیں اپنے ساتھ تخت پر جگہ دی۔ عروہؓ نے اسے مکہ کے سارے حالات بتائے اور اس سے درخواست کی کہ حجاج کو ابن زبیر ؓ کی لاش حضرت اسماء ؓ کے حوالے کرنے کا حکم بھیجے۔ عبدالملک نے اسی وقت حجاج کو ایک غضب آلود خط لکھا جس میں ان کی حرکت پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور ابن زبیرؓ کی لاش فوراً حضرت اسماءؓ کے سپرد کرنے کا حکم دیا۔ عبدالملک کا حکم پہنچتے پر حجاج نے ابن زبیرؓ کی لاش اسماءؓ کے حوالے کر دی۔

ابن ابی ملیکہ ایک عینی شاہد کا بیان ہے کہ میں سب سے پہلا شخص تھا جس نے حضرت اسماء ؓ کو ابن زبیر ؓ کی لاش ان کے حوالے کیے جانے کی بشارت دی۔ انھوں نے مجھے حکم دیا کہ اسے غسل دو۔ ہم ایک ایک حصہَ بدن کو غسل دے کر کفن میں لپیٹتے جاتے تھے۔ جب سارے اعضا کا غسل ہو چکا تو اسماءؓ نے اپنے لختِ جگر کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ پھر ہم نے جنازہ پڑھ کر ابن زبیر ؓ کو مقام حجون میں سپردِ خاک کیا۔ اس سے پہلے حضرت اسماء ؓ فرمایا کرتی تھیں، الٰہی مجھے اس وقت تک زندہ رکھنا جب تک میں اپنے فرزند کا جسد کفنا دفنا کر مطمئن نہ ہو جاؤں۔ حضرت اسماء ؓ نے حضرت ابن زبیر ؓ کی شہادت کے سات، بیس یا سو دن کے بعد وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ بارہ برس کے لگ بھگ پہلے صرف حجاز اور پھر حجاز، عراق، یمن، مصر اور خراسان وغیرہ کے خلیفہ یا امیر المومنین رہے، لیکن سارے عرصے میں انھیں ایک دن بھی امن و سکون سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔ ان کی خلافت کا زمانہ انتہائی پر آشوب تھا۔ انھیں بیک وقت بنی امیہ، خوارج اور مختار ثقفی کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن وہ بڑی ہمت سے ساری مخالفتوں کے سامنے سینہ سپر رہے اور آخری دم تک اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔

اختصار کے پیش نظر عبداللہ بن زبیر ؓ کے عہدِ خلافت کے تعمیری اور انتظامی پہلوؤں پر یہاں نظر ڈالنا ممکن نہیں، اُس پُر آشوب دور اور انتہائی نامساعد حالات میں بھی ابن زبیر ؓ نے دین و ملت کی خدمت کے کسی موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ یہ ان کی زبردست مستقل مزاجی، بلند ہمتی اور اسلام سے والہانہ محبت کا کی دلیل ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور کی رہائشی راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم ایم اے ایجوکیشن کے لئے دیندار گھرانے سے برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔
برائے رابطہ: 0302-8426003

☆ ہمیں اپنی ہمشیرہ، عمر 36 سال، خلع یافتہ، تعلیم ایم اے اسلامیات، بی ایڈ، (ہمراہ بیٹا عمر 5 سال) کے لئے دیندار گھرانہ سے مناسب رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0300-8444611

☆ کراچی میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم بی اے، خوبصورت و خوب سیرت، امور خانہ داری میں ماہر، صوم و صلوٰۃ کی پابند، دینی تعلیم سے آراستہ کے لئے ہم پلہ رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0332-3102602 (8تا2 بجے)

☆ حیدرآباد میں مقیم سُنی العقیدہ، سید فیملی کو اپنی نیک سیرت، صوم و صلوٰۃ کی پابند بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم ایم اے انگلش، بی ایڈ کے لئے خوبرو، دراز قد، برسر روزگار، دینی مزاج کے حامل، ترجیحاً تنظیم اسلامی سے وابستہ لڑکے کا رشتہ مطلوب ہے۔ برائے رابطہ: 0344-3550137
0346-3911308

امیر تنظیم اسلامی کا پیغام ......رفقائے تنظیم اسلامی کے نام

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محترم رفقائے تنظیم اسلامی ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں تمام واجب الاحترام رفقاء و احباب کو اِس سالانہ اجتماع میں تشریف آوری پر اپنی اور مرکزی ذمہ داران کی جانب سے خوش آمدید کہتا ہوں۔ اھلاً و سہلاً و مرحبا۔ آپ سب کو تنظیم اسلامی کے آل پاکستان اجتماع کا انعقاد مبارک ہو!

ہماری خوش نصیبی: الحمدللہ! ہم وہ خوش نصیب لوگ ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے ہمارے مقصدِ تخلیق یعنی اپنی عبادت کے ساتھ ساتھ اپنے دین یعنی اسلام اور اِس کے تقاضوں کا ایک ایسا واضح اور جامع شعور بخشا ہے جو قرآن وسنت کے براہین پر مبنی ہے۔ چنانچہ ہم علیٰ وجہ البصیرت جانتے ہیں کہ:

☆ ہمارا منتہائے مقصود اور حقیقی نصب العین، رضائے رب کا حصول ہے جس کے نتیجے میں نہ صرف آخرت کے ابدی خسارے اور عذابِ الیم سے نجات ملے گی بلکہ بفضلہٖ تعالیٰ جنت میں داخلہ بھی مل جائے گا، **وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ!**

☆ یہ دنیا جس میں ہم اپنی زندگی کے سانس پورے کر رہے ہیں، ہماری منزل نہیں بلکہ ایک عارضی قیام گاہ ہے۔ یہ اصلاً امتحان گاہ ہے۔ بقول اقبالؒ ؎ قلزمِ ہستی سے تو ابھرا ہے مانندِ حباب اِس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی!

امتحان کے نتیجہ کا اعلان آخرت میں ہوگا۔ آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے جو ابدی ہے۔ امتحان کے نتیجہ کی بنیاد پر انسان ابدی زندگی میں کامیاب یا ناکام قرار پائے گا اور جنت یا دوزخ میں داخلے کا حق دار ٹھہرے گا۔

☆ آخرت میں کامیابی اُنہی کو ملے گی جن سے رب راضی ہوگا۔ رب کی رضا کے حصول کے لئے ہمیں ایمان کا نور اپنے اندر پیدا کرنا ہوگا اور اپنے عمل سے رب کی بندگی اور وفاداری کا ثبوت فراہم کرنا ہوگا۔ رب کی بندگی کا تقاضا پورا کرنے کی خاطر ہمیں زندگی کے ہر معاملے میں اللہ جل شانہٗ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر کار بند رہنا ہوگا۔ رب سے وفاداری کا تقاضا ادا کرنے کے لیے ہمیں اللہ کے کلمے کی سربلندی، دین وشریعت کے قیام و نفاذ اور باطل و طاغوتی قوتوں سے پنجہ آزمائی کرنے کی غرض سے حزب اللہ کی صورت میں اجتماعی زندگی اختیار کرنا ہوگی۔ پھر اِس راہ میں اپنی جان قربان کرنے کے جذبہ کے ساتھ ہر دم آمادۂ عمل رہنا ہوگا۔

سالانہ اجتماع میں شرکت ان شاء اللہ نہ صرف اپنے اِس سبق کے اعادے اور تنظیمی فکر کی تازگی کا ذریعہ بنے گی بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ ہم اک ولولۂ تازہ کے ساتھ اجتماع گاہ سے رخصت ہوں گے۔ **اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى** (آمین!)

سالانہ اجتماع کی خصوصی اہمیت: تنظیم اسلامی کا یہ کُل پاکستان اجتماع دوسری بار شہر بہاولپور کے مضافات میں دریائے ستلج کی گزرگاہ سے ملحق ایک کھلے میدان میں منعقد ہو رہا ہے۔ تنظیموں اور جماعتوں کی زندگی میں سالانہ اجتماع کا انعقاد ایک خصوصی مقام رکھتا ہے۔ رب کی رضا کے حصول کے طلب گار ہم مقصد لوگوں کا یہ اجتماع اپنی ایک مخصوص تاثیر رکھتا ہے جسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ ملک کے ہر گوشے سے آئے ہوئے رفقاء و احباب کا سالانہ بنیادوں پر کسی ایک مرکزی مقام پر جمع ہونا اور اپنے فکری سبق کو تازہ کرنا ساتھیوں کے لئے بادِ صبا کے خوشگوار جھونکے سے کم نہیں ہوتا۔ یہ خوشگوار جھونکا اُن کے مُشامِ جان ہی کو تازہ نہیں کرتا بلکہ روح کے تاروں کو بھی چھیڑتا ہے۔ اُن کے ذہنوں کو ہی فکری آسودگی نہیں دیتا بلکہ دلوں کو بھی گرماتا ہے۔ جذبات کو ہی جلا نہیں بخشتا بلکہ عمل کے لئے بھی مصمم ارادہ پیدا کرتا ہے۔

تاریخ کا ایک نازک موڑ: یہ اجتماع، تاریخ کے ایک ایسے نازک موڑ پر منعقد ہو رہا ہے جب ابلیسی اور دجالی قوتیں اسلام کو مٹانے اور ملک خداداد پاکستان کے حصے بخرے کرنے پر تُلی ہوئی ہیں۔ وہ اپنے ناپاک ایجنڈے کو پایۂ تکمیل پہنچانے کیلئے بھرپور طور پر سرگرم عمل ہیں۔ نائن الیون کے بعد

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف امریکہ کی قیادت میں عالمی صلیبی جنگ کا ہراول دستہ بن کر ہم نے بحیثیت قوم جس جرمِ عظیم کا ارتکاب کیا تھا اُس کے خوفناک نتائج و عواقب اب ہمارے سامنے ہیں۔ افغانستان میں امریکہ نے ہمارے تعاون سے جنگ کی جو آگ بھڑکائی تھی اس کے شعلے اب پاکستان کے دامن تک پہنچ کر اس کے پیرہن کو خاکستر کیئے دے رہے ہیں۔ امریکہ کے غلام اور اُس کے در کے بھکاری بن کر ہم نے امریکہ کے دباؤ کے تحت ہر وہ کام کیا ہے جو ہمارے جسدِ ملی کو کمزور کرنے اور عوام اور فوج کے درمیان نفرت کی خلیج حائل کر کے ملک وقوم کا شیرازہ بکھیرنے کا موجب بن سکتا ہو۔ تخریب کاروں کی بیخ کنی کی آڑ میں بعض ناپسندیدہ عناصر کے ساتھ ساتھ اپنے ہی نہتے شہریوں، بے گناہ عوام اور دین و شریعت کے وفاداروں کو خاک و خون میں غلطاں کر کے گویا امریکی آستانے پر بے گناہوں کے خون کا نذرانہ پیش کر کے ہم نہ صرف ملک کو خانہ جنگی کی طرف بڑی کامیابی کے ساتھ دھکیل رہے ہیں بلکہ اپنے ازلی دشمن بھارت کے لئے بھی موقع فراہم کر رہے ہیں کہ وہ ہماری اِس داخلی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر مسلمانانِ برصغیر سے اپنی ہزار سالہ غلامی کا بدلہ چکائے۔ چنانچہ آج پاکستان کے دشمن خوشی کے شادیانے بجا رہے ہیں کہ پاکستان کو حصے بخرے کرنے کے ناپاک عزائم کی تکمیل کا وقت اُنہیں اب بہت قریب دکھائی دینے لگا ہے۔

بچاؤ کا واحد راستہ: بچاؤ کا واحد راستہ وہی ہے جس کی طرف تنظیم اسلامی گزشتہ 37 برس سے قوم کو متوجہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ یہ راستہ ہے اجتماعی توبہ، قومی سطح پر قبلے کی درستگی اور ملک خداداد پاکستان میں اللہ کے دینِ کامل کے غلبہ و قیام کے لئے سردھڑ کی بازی لگانے کا راستہ۔ غلبہ و اقامتِ دین کی اجتماعی جدوجہد کی طرف قوم کا ایک قابل ذکر حصہ اگر متوجہ ہو جائے تو ہم رب کی رحمت و نصرت کے امیدوار اور کسی درجہ میں حقدار بن سکیں گے۔ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ پاکستان کا استحکام ہی نہیں، اِس کی بقا بھی صرف اور صرف اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ پاکستان میں دینِ حق کا قیام اور قرآن وسنت کی مکمل بالادستی ہی اُسے اسلام کا ایک ایسا مضبوط قلعہ بنا سکتی ہے جو ان شاء اللہ بالآخر آئندہ افغانستان کی اسلامی حکومت کے ساتھ مل کر عالمی غلبۂ اسلام کی راہ ہموار کرے گا اور اس طرح بانی تنظیم اسلامیؒ کے دیرینہ خواب کی تعبیر ثابت ہوگا۔ گویا غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد ہمارا بنیادی دینی فریضہ تو ہے ہی، پاکستان کی بقا کے لئے بھی ایک ناگزیر ضرورت کی حیثیت رکھتا ہے۔

دعوتِ غور و فکر: رفقاءِ محترم! حالات موافق ہوں یا ناموافق، ہمیں ہر صورت اسی صراطِ مستقیم پر گامزن رہنا ہے جس کی رہنمائی قرآن وسنت سے ہوتی ہے اور جو ایمان، عملِ صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر سے عبارت ہے۔ چنانچہ نفاذِ شریعت اور غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کیلئے منہجِ نبوی ﷺ سے رہنمائی لیتے ہوئے اِس راہ میں جسم و جان کی توانائیاں کھپانا ہی واحد راہِ عمل ہے۔

یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو، ڈر کیسا! گر جیت گئے تو کیا کہنا، ہارے بھی تو بازی مات نہیں!

حق و باطل کی کشمکش فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکی ہے۔ دجالی مکر و فریب کا پردہ چاک ہونے کو ہے۔ پورے کرۂ ارض پر مسلط ابلیسی نظام، یعنی سیکولر سرمایہ دارانہ جمہوری نظام اپنے منطقی انجام کی طرف بڑھ رہا ہے۔ بقول اقبالؒ

جہانِ نو ہو رہا ہے پیدا، وہ عالمِ پیر مر رہا ہے جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ

پڑوس کی سرزمین میں اللہ کے مٹھی بھر وفاداروں نے عزیمت کی نئی تاریخ رقم کی ہے اور بالکل نہتے اور بے سروسامان ہونے کے باوجود نصرتِ خداوندی کے بل عالمی دجالی قوتوں کو ہزیمت سے دوچار کر رکھا ہے۔ اُن سے سبق سیکھتے ہوئے ہمیں پاکستان میں اقامتِ دین اور نفاذِ شریعت کی جدوجہد کو تیز تر کرنا ہوگا۔ اپنے ایمان و یقین میں اضافے کی شعوری کوشش کے ساتھ ساتھ رب کی بندگی اور وفاداری کے امتحان میں پورا اترنے کا عزم کرنا ہوگا۔ اپنے نفس اور شیطان کے خلاف جہدِ مسلسل کے ساتھ ساتھ باطل افکار و نظریات کے خلاف علمی و فکری جہاد اور باطل قوتوں سے پنجہ آزمائی کے لئے ہر دم آمادۂ عمل رہنا ہوگا۔ اِس انقلابی جدوجہد کے ناگزیر تقاضے کے طور پر تنظیم کے نظم کے ساتھ سختی کے ساتھ جڑے رہنے کے ساتھ ساتھ رب کے دامن کو مضبوطی سے تھامنا اور تعلق مع اللہ کو بھی مسلسل بڑھانا ہوگا۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِھٰذَا (آمین!)

احقر عاکف سعید عفی عنہ

کراچی تباہی کے دہانے پر!

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

شرکاء: بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ، ایوب بیگ مرزا

میزبان: وسیم احمد

سوال: کراچی میں قتل و غارت، بدامنی اور دہشت گردی کے بڑھتے ہوئے واقعات کسی بین الاقوامی سازش کا حصہ ہیں یا ہماری سیاسی و دینی جماعتوں کی اندرونی چپقلش کا شاخسانہ؟

ایوب بیگ مرزا: اگر آپ کراچی کے حالات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ آج سے 30 سال پہلے کراچی انتہائی پُرامن شہر تھا، جہاں کسی بھی قسم کی واردات کا نام ونشان نہیں ہوتا تھا۔ ضیاالحق بھٹو دشمنی میں پاکستان پیپلز پارٹی کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ وہ مہاجر جماعت جو اگرچہ ایک عرصہ سے وجود میں آچکی تھی لیکن اُس کی کوئی حیثیت نہیں تھی، اِسے سہارا دے کر پی پی پی کے خلاف کھڑا کیا گیا، لیکن یہ جن جب بوتل سے باہر آگیا تو پھر کنٹرول میں نہ آسکا۔ لہٰذا 1986ء کے بعد کراچی میں بھتہ خوری، تشدد اور اغوا برائے تاوان جیسے جرائم شروع ہوئے۔ آغاز میں یہ معاملات ایک پارٹی کی دوسری پارٹی سے مخالفت کی حد تک تھے۔ لیکن بعد میں جو ٹارگٹ کلنگ شروع ہوئی اُس کے تحت اب کراچی کا یہ حال ہو چکا ہے کہ کراچی میں کسی بھی چیز کا ناغہ ہو سکتا ہے، لیکن ٹارگٹ کلنگ بغیر کسی وقفہ کے جاری وساری رہتی ہے، بلکہ تو اب ٹارگٹ کلنگ بغیر ٹارگٹ کے بھی ہو رہی ہے۔ یعنی مطلوبہ ٹارگٹ کی بجائے کچھ دوسرے لوگوں کو بھی روک کر پورے شہر میں خوف و ہراس پھیلایا جا رہا ہے۔ کراچی میں اس وقت لا اینڈ آرڈر کی صورتِ حال یہ ہے کہ پچھلے برس جو صحافی ولی بابر شہید ہوا تھا اُس موقع کے 5 عینی شاہدین کو ایک ایک کر کے قتل کر دیا گیا ہے۔ کراچی میں اب ٹارگٹ کلر اس فکر سے آزاد ہو چکے ہیں کہ ان کے خلاف اب کوئی قانونی کارروائی ہو سکتی ہے یا انھیں گرفتار ہی کیا جا سکتا ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس سارے کھیل کے پیچھے کوئی سیاسی محرک کارفرما ہے تو میں کہوں گا کہ لازمی طور پر اس تمام کھیل کے پیچھے سیاسی عوامل کارفرما ہیں۔ کیونکہ اقتدار کی جنگ ہے، الیکشن سر پر ہیں، لہٰذا جس سیاسی جماعت کو بھی طاقت حاصل ہوگی اُس جماعت کے اقتدار میں آنے کے زیادہ امکانات بن جائیں گے۔ کراچی میں اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے اُس کے لیے سب سے پہلے شرافت، امن، نیکی اور دیانت داری وغیرہ کا خاتمہ کیا جاتا ہے۔ پھر یہ تمام ظالمانہ سلسلے شروع ہوتے ہیں۔ کتنے دکھ کی بات کی ہے کہ جو شخص 99 قتل کرتا ہے، اُس کی گرفتاری کی پُرزور انداز میں تشہیر کی جاتی ہے، لیکن بعد میں ایک فون کال پر اُسے رہا کر دیا جاتا ہے۔ یہ لڑائی مختلف گروہوں اور جماعتوں کے درمیان ہو رہی ہے۔ یہ سیاسی کھیل ہے اور اقتدار کی رسہ کشی کا حصہ ہے۔ اسی طرح مذہبی گروہوں کے بارے میں بھی یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ بھی کراچی میں بدامنی کے ذمہ دار ہیں تو بھی یہ درست ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مذہبی لوگ بھی کوئی فرشتہ نہیں ہوتے۔ شریعت تو بہت دور کی بات اب تو کراچی میں معاملات بنیادی اخلاقیات کے تقاضوں کو بھی پورا نہیں کر رہے۔

> **جب تک اہم سیاسی پارٹیاں کراچی میں امن و امان نہیں چاہیں گی تب تک کراچی میں امن قائم ہونا ناممکن ہے**

سوال: ہمارے لیڈر کراچی کی بدامنی کے پیچھے خفیہ ہاتھ کی باتیں کرتے ہیں۔ عبدالرحمان ملک کراچی میں اسرائیلی اسلحہ استعمال ہونے کا بیان بھی دے چکے ہیں، لیکن اس سازش کے خاتمے کے لیے حکومت کوئی سنجیدہ کوشش کرتی نظر نہیں آتی۔ آخر کیوں؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: میری نظر میں وزیر داخلہ کو اتنا غیر ذمہ دارانہ بیان دینا ہی نہیں چاہیے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ اگر ایسا معاملہ ہے بھی تو اس بات کو صیغہ راز میں رکھ کر اُس سازش کے خاتمے کے لیے سر توڑ کوشش کرنی چاہیے۔ بیرونی اسلحہ اور بیرونی ہاتھ تو اُسی وقت کسی ملک میں ملوث ہوتا ہے جب خود اُس ملک میں داخلی انتشار پایا جاتا ہو۔ تب ہی ملک دشمن طاقتیں اُس بدامنی اور انتشار سے فائدہ اُٹھا کر اُس ملک کو مفلوج کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہیں۔ لیکن یہ اُس ملک کے اربابِ اقتدار کی ذمہ داری ہے کہ وہ قیام امن کو یقینی بنائیں اور خارجی عوامل کا خاتمہ کریں۔ خدمت کا کام یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے یہ دیکھے کہ یہ اسلحہ کس چینل کے ذریعے آ رہا ہے، اور پھر اُن ذرائع کا ہر ممکن طریقہ سے سدباب کرے۔ لیکن کراچی میں صورتِ حال یہ ہے کہ کراچی کا I.G خود اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ کراچی میں امن و امان کی صورتِ حال کو بہتر بنانا اُس کے بس کی بات نہیں ہے۔ جرائم کو کنٹرول کرنے کی اصل ذمہ داری تو پولیس کی ہے لیکن ہمارے آئین میں یہ بات شامل ہے کہ صوبائی حکومت صوبے میں امن و امان قائم کرنے کے لیے رینجر یا فوج کو طلب کر سکتی ہے۔ سپریم کورٹ نے بیان دیا ہے کہ رینجر کو بارڈر پر چلے جانا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ رینجر کو کراچی میں صحیح انداز سے کام نہیں کرنا دیا جا رہا ہو۔ لہٰذا سپریم کورٹ نے بھی اس صورتِ حال کا مشاہدہ کیا ہو کہ پچھلے 10,5 سالوں سے وہاں رینجر کوئی مطلوبہ نتائج نہیں دے سکی ہے۔ لہٰذا اصل ذمہ داری کراچی میں پولیس اور سیاسی جماعتوں کی ہے۔ کراچی میں اس وقت پیپلز پارٹی اور ایم کیو ایم کی اتحادی حکومت ہے۔ دونوں جماعتوں کا دعویٰ ہے کہ کراچی میں زیادہ حلقہ اثر انہی کا ہے۔ لہٰذا اب یہ ان حکمران جماعتوں کا فرض ہے کہ جمہوری سیاسی عمل کے تحت کراچی میں امن و امان قائم کریں۔ اس وقت کراچی میں نہ تو جمہوری قوتیں اپنا سیاسی کردار ادا کر رہی ہیں اور نہ پولیس ہی اپنی پیشہ وارانہ ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہو رہی ہے۔ یہ وہ عوامل ہیں جو دشمن طاقتوں کو کھلم کھلا دعوت دے رہے ہیں کہ وہ اس سارے کھیل میں ملوث ہو کر اپنے مفادات حاصل کریں۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت کراچی کے معاملہ میں کوئی سنجیدہ کوشش کرتے ہوئے نظر نہیں آ رہی ہے۔

سوال: کراچی میں روزانہ ایک درجن افراد اوسطاً قتل ہو رہے ہیں۔ کیا اس کی وجہ سنگین جرائم میں ملوث وہ افراد ہیں جن کو عدالت پھانسی کی سزا دے چکی ہے مگر گزشتہ پانچ سالوں میں ان میں سے کسی ایک کو بھی پھانسی نہیں دی گئی بلکہ حکومت سزائے موت ہی کے خاتمے کے لیے قومی اسمبلی میں بل پیش کر رہی ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ حکومت کے ان اقدامات نے جرائم پیشہ افراد کے حوصلے نہیں بڑھا دیے؟

ایوب بیگ مرزا: سزاؤں پر عمل درآمد ہونا تو بعد کی بات ہے۔ میری نظر میں تو آج تک کراچی میں دہشت گردی اور ٹارگٹ کلنگ کے حوالے سے کسی بھی شخص کو سزا نہیں ہوئی۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اصل ذمہ داری پولیس اور

کراچی ہی نہیں ملک کے کسی بھی حصے میں فوجی آپریشن نہیں ہونا چاہیے

ہماری بقا اور دفاع صرف اور صرف اسلام سے وابستہ ہے

وزارتِ داخلہ کی ہے۔ لیکن پولیس کا معاملہ یہ ہے کہ وہ کہتی ہے کہ جب ہم کسی بڑے دہشت گرد کو گرفتار کرتے ہیں تو کسی بڑے سیاست دان کا فون آجاتا ہے کہ اُس شخص کو رہا کر دیا جائے۔ بریگیڈیئر غلام مرتضیٰ صاحب یہ درست فرما رہے ہیں کہ سب سے پہلے تو امن وامان کی ذمہ داری سیاسی جماعتوں کی ہے۔ I.G. پولیس کراچی ان ہی برسرِاقتدار سیاسی جماعتوں کے کسی عہدے دار کا فون سنے گا جس کے وہ ماتحت ہے۔ ایم کیو ایم تو یہ کہہ کر سو لوگوں کے قاتلوں کا دفاع کرتی ہے کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ ہمارا فلاں آدمی ان سو لوگوں کے قتل میں ملوث ہے۔ پچھلے چار سالوں میں کراچی میں کئی سو تفتیشی افسروں کو قتل کیا جا چکا ہے۔ جب یہ سیاسی جماعتیں دیکھتی ہیں کہ وہاں پولیس کا تفتیشی افسر ہمارے حق میں تفتیش نہیں کر رہا ہے تو اُس پولیس آفسر کو قتل کروا دیا جاتا ہے بلکہ کراچی میں تو سیشن ججوں پر بھی قاتلانہ حملے ہوتے ہیں۔ کراچی میں جن سیاسی پارٹیوں کے پاس اقتدار ہے اصل میں اُنھوں نے وہاں بگاڑ پیدا کیا ہوا ہے۔ اگر آج سے یہ تینوں سیاسی پارٹیاں فیصلہ کر لیں کہ ہم کراچی میں ٹارگٹ کلنگ نہیں ہونے دیں گے تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ ٹارگٹ کلنگ میں کمی واقع ہو جائے گی۔ ٹارگٹ کلنگ کے حوالے سے یہ خبر آئی ہے کہ جب کراچی میں زیادہ بدامنی نہیں تھی تب ایک ISI کے اہلکار نے کراچی جا کر تمام سیاسی پارٹیوں کے لیڈرز اور اہلکاروں کو یہ ثبوت دکھائے کہ کراچی میں دہشت گردی اور بدامنی میں اُن کی پارٹیوں کا ہاتھ ہے۔ جس کے بعد کراچی کے حالات میں 90% بہتری آئی تھی۔ جب تک سیاسی پارٹیاں کراچی میں امن وامان نہیں چاہیں گی تب تک امن قائم ہونا ناممکن ہے۔

سوال : کراچی انتظامیہ کا کہنا ہے کہ کراچی جیسے بڑے اور میٹروپولیٹن سٹی میں جرائم کا خاتمہ کرنا انتہائی مشکل ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا کراچی دہلی، شنگھائی، ٹوکیو، بمبئی، ڈھاکہ اور بیجنگ سے بڑا شہر ہے اور کیا ان شہروں کا میں جرائم کی شرح وہی ہے جو کراچی میں ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: دُنیا میں اس کے علاوہ بھی زیادہ آبادی والے شہر موجود ہیں لیکن جو ٹارگٹ کلنگ کراچی میں ہو رہی ہے اس کی مثال دنیا کے کسی بڑے شہر میں بھی نہیں ملتی۔ اسی طرح بھتہ خوری اور اغوا برائے تاوان جیسے واقعات ان بڑے شہروں میں نہیں ہوتے اور اگر ایسی صورتحال پیدا ہو جائے تو وہاں کی حکومت اس معاملے پر سنجیدگی سے غور کر کے اس کا تدارک کرتی ہے۔ کراچی ہمارا معاشی اور تجارتی مرکز ہے۔ تمام ملکی برآمدات و درآمدات بذریعہ کراچی پورٹ ہوتی ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے ملک میں سیاسی جماعتیں اس معاملے کو سنجیدگی سے لینے میں دلچسپی نہیں رکھتیں۔ جبکہ نیویارک اور ٹوکیو جیسے بڑے شہروں میں اگر معمولی سی خرابی بھی پیدا ہو جائے تو وہاں کی انتظامیہ انتہائی سنجیدگی کے ساتھ اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

سوال : ایم کیو ایم ”قائد اعظم کا پاکستان چاہیے یا طالبان کا“ اس عنوان سے ریفرنڈم کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس ریفرنڈم کی Significance کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا : ایم کیو ایم نے جو اس وقت ریفرنڈم کا ڈھول پیٹنا شروع کیا ہے، وہ دو دفعہ اسے ملتوی بھی کر چکی ہے۔ کیونکہ ایم کیو ایم کو عوام کی جانب سے بھی اس حوالے سے کوئی خاص پذیرائی نہیں ملی۔ سوال یہ ہے کہ ایم کیو ایم کس حیثیت سے ریفرنڈم کروا رہی ہے، کیونکہ ریفرنڈم کروانے کا حق صرف اور صرف حکومت کو حاصل ہوتا ہے۔ عوامی اور ملکی سطح پر ایک سیاسی جماعت کیسے ریفرنڈم کروا سکتی ہے۔ چونکہ ایم کیو ایم کا کراچی اور حیدرآباد میں ہولڈ ہے لہٰذا وہاں کا تو ایک ایک آدمی بھی ایم کیو ایم کے حق میں ہزار ہزار ووٹ ڈال دے گا، اور نتیجہ ایم کیو ایم کے حق میں 99.9 فیصد نکل آئے گا۔ یہی ایم کیو ایم کی قیادت چاہتی بھی ہے۔ لہٰذا میں ٹی وی چینل کے ذریعے کروائے گئے Pols اور کسی ایک سیاسی جماعت کی طرف سے منعقد کروائے گئے ریفرنڈم کو نہیں مانتا۔ اگر واقعتاً کراچی میں ریفرنڈم کرانا مقصود ہے تو کراچی میں ریفرنڈم اس بات پر کروانا چاہیے کہ کیا کراچی کی اس موجودہ صورتِ حال کے پیشِ نظر موجودہ حکومت کا قائم رہنا چاہیے یا نہیں؟ آپ سے ایک شہر کی بگڑتی ہوئی صورتِ حال ہی کنٹرول نہیں ہو رہی ہے اور آپ قائد اعظمؒ کے پاکستان اور طالبان کے پاکستان کی بات کر رہے ہیں۔ اگر آپ قائد اعظمؒ کے پاکستان کی بات کرتے ہیں تو یہ بات آن دی ریکارڈ ہے کہ قائد اعظم نے پاکستان بننے سے پہلے اپنی 101 تقاریر میں اس بات کا اعلان کیا تھا کہ پاکستان ایک اسلامی فلاحی ریاست ہوگی۔ قیامِ پاکستان کے بعد قائد اعظمؒ 13 ماہ تک بستر علالت پر رہے۔ اس دوران بھی آپؒ نے 14 ایسے بیانات دیے جن میں کہا تھا کہ پاکستان ایک اسلامی فلاحی ریاست ہوگی۔ قائد اعظم نے کہا تھا کہ اگر کچھ لوگ افواہیں پھیلا رہے ہیں کہ پاکستان میں شریعتِ محمدیؐ کا نفاذ نہیں ہوگا تو میں پورے وثوق کے ساتھ اُن کی اس بات کی تردید کرتا ہوں۔

سوال : کراچی میں دہشت گردی کا ذمہ دار طالبان کو قرار دیا جا رہا ہے اور یہ کہا جا رہا ہے کہ فوج کی توجہ شمالی وزیرستان آپریشن سے ہٹانے کے لیے کراچی میں آگ بھڑکائی جا رہی ہے۔ کیا آپ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : حقیقت میں اصل مسائل سے توجہ ہٹانے کے لیے مختلف تھیوریز پیش کی جاتی ہیں۔ یہ بات تو واضح ہے کہ اس وقت پاکستانی افواج پر امریکہ کی جانب سے یہ دباؤ ہے کہ وہ شمالی وزیرستان میں حقانی نیٹ ورک کے خلاف آپریشن کرے۔ یہ درحقیقت پاکستان پر پریشر ڈالنے اور پاکستانی افواج کو ایسی جنگ میں جھونکنے کی سازش ہے جو درحقیقت پاکستان کی جنگ نہیں ہے، تاکہ افواجِ پاکستان کو بدنام کیا جا سکے۔ فوج کو کراچی میں ملوث اس لیے بھی کیا جا رہا ہے، تاکہ اُسے مزید بدنام کیا جا سکے۔ ایسے بہانے بنا کر فوج کو مزید الجھایا جا رہا ہے۔ جس کے نتیجہ میں بہتری کی بجائے مزید بگاڑ پیدا ہوگا۔ حکومت نے ابھی تک اپنی سمت اور ترجیحات کا تعین نہیں کیا۔ مسئلے کو سیاسی انداز سے حل کرنے کی بجائے فوج کو ملوث کیا جا رہا ہے۔ میرے خیال میں حکومت کی طرف سے یہ ناکامی کا اعتراف ہے۔

سوال : کراچی میں جاری دہشت گردی اور ٹارگٹ کلنگ کی وارداتیں الیکشن ملتوی کروانے کا گھناؤنا حربہ ہیں یا اس کے پیچھے کوئی اور مقاصد کارفرما ہیں؟

ایوب بیگ مرزا : میرے نزدیک الیکشن ملتوی نہیں ہوں گے۔ اگرچہ موجودہ حکومت سے آپ الیکشن کے التوا سمیت کچھ بھی توقع رکھ سکتے ہیں۔ صدرِ پاکستان کو یہ آئینی اختیار حاصل ہے کہ وہ موجودہ پارلیمنٹ کی میعاد میں ایک سال تک توسیع کر سکتے ہیں، جس کے نتیجہ میں الیکشن ایک سال کے لیے ملتوی ہو سکتے ہیں، لیکن اس کے لئے صدر پاکستان کو ملک میں ایمرجنسی نافذ کرنا پڑے گی۔ اور ایمرجنسی نافذ کرنے کے لیے اُنھیں اس کا جواز بھی پیش کرنا ہوگا۔ لیکن اگر وہ ایمرجنسی نافذ کرتے ہیں تو سپریم کورٹ میں اُس کے خلاف رٹ دائر ہو جائے گی۔ سپریم کورٹ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس بات کی تشریح کرے کہ آیا ملک میں

ایمرجنسی نافذ کرنے کا جواز بنتا ہے یا نہیں۔ لہٰذا مجھے الیکشن ملتوی ہونے کا کوئی جواز نظر نہیں آتا ہے۔ البتہ کراچی میں گزشتہ کچھ سالوں میں الیکشن کے نام پر کچھ کھیل ہی کھیلا گیا ہے۔ کراچی میں الیکشن نہیں ہوتے بلکہ سلیکشن ہوتی ہے۔ الیکشن والے دن لوگ باقاعدہ قطاروں میں گنیں لے کر کھڑے ہوتے ہیں اور ووٹ کاسٹ ہو رہے ہوتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس دفعہ کراچی میں الیکشن کے حوالے سے ایسی دھاندلی نہیں ہوگی جیسے ماضی میں ہوتی رہی ہے۔ اگر فوج، عدلیہ اور فری میڈیا الیکشن کے انعقاد میں مثبت کردار ادا کریں تو اس دفعہ کراچی میں دھاندلی مشکل ہے۔ کراچی میں آج کل ٹارگٹ کلنگ میں اضافہ اسی لیے ہوا ہے کہ وہاں دہشت پھیلانے والے عناصر کو اس بات کا اندازہ ہو چلا ہے کہ اب الیکشن میں دھاندلی کرنا مشکل ہے۔ اس لیے عام آدمی کو اتنا دہشت زدہ کر دو کہ وہ گھر سے باہر ووٹ ڈالنے کے لیے جا ہی نہ سکے اور ووٹ صرف کارکن ڈال سکیں۔ موجودہ صورتِ حال میں ٹارگٹ کلنگ میں اضافہ کا یہی سبب نظر آ رہا ہے۔

سوال : کراچی کی بگڑتی ہوئی صورتِ حال کو سنبھالنے کے لیے کیا اس وقت فوجی آپریشن ناگزیر نہیں ہو چکا؟

ایوب بیگ مرزا : کراچی ہی نہیں بلکہ ملک کے کسی بھی حصہ میں فوجی آپریشن نہیں ہونا چاہیے۔ مجھے تشویش اس بات پر ہے کہ اس وقت وہ لوگ ہی فوجی آپریشن کا مطالبہ کر رہے ہیں جن کے ماضی میں فوج کے ساتھ معاملات درست نہیں رہے ہیں۔ لہٰذا دشمن کا یہی ایجنڈا ہے کہ پاکستان کی فوج کو نہ صرف ملک کے چاروں اطراف میں الجھا دیا جائے بلکہ اس طرح سے فوج کو بدنام بھی کیا جائے، تاکہ ملکی سرحدوں کے دفاع کا معاملہ کمزور سے کمزور تر ہو جائے۔ لہٰذا میری نظر میں کراچی میں فوجی آپریشن کرنا انتہائی خطرناک بات ہے، جو پاکستان کے لیے مہلک ثابت ہو سکتا ہے۔ خدانخواستہ یہ پاکستان کے خاتمہ کا باعث بھی ہو سکتا ہے۔

سوال : آپ کے خیال میں کراچی میں دیرپا امن کب اور کیسے قائم ہوگا؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : بلاشبہ کراچی پاکستان کا انتہائی اہم شہر ہے۔ لہٰذا کراچی شہر میں ہونے والے واقعات پورے ملک کی معاشی اور سیاسی صورتِ حال پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ کراچی ایک میٹروپولیٹن شہر ہے۔ اس لیے وہاں صرف مہاجر اور سندھی لوگ نہیں ہیں بلکہ وہاں ہزارہ پنجاب، بلوچستان اور خیبر پختونخوا کے لوگ بھی رہتے ہیں۔ اگر آپ وسیع تناظر میں حالات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ ہمارے ملک میں نسلی، لسانی اور علاقائی تعصّبات کو جان بوجھ کر دی گئی ہے، تاکہ نظریہ پاکستان کو پس پشت ڈالا جا سکے۔ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ افسوس کہ اسلام ہم یہاں قائم نہیں کر سکے۔ قائداعظم کا جو ایمان، اتحاد، تنظیم کا نعرہ تھا اُس کو قائم رکھنے کی واحد صورت ہمارے پاس ہمارا دین تھا۔ اگر ہم اسلام کو صحیح معنوں میں اس ملک میں نافذ کر دیتے تو صحیح معنوں میں ایمان، اتحاد اور تنظیم کو پختہ کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اُس بات پر ہم متفق نہیں ہو سکے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عذاب کی کیفیت ہم پر مسلط کر دی گئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے جب کوئی وعدہ کر لیتا ہے اور پھر اس وعدہ کی خلاف ورزی کی جاتی ہے تو اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے میں یہاں قرآن کریم کی ایک آیات کا حوالہ دوں گا کہ سورۃ التوبہ میں فرمایا: ’’اور ان میں بعض ایسے ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہم کو اپنی مہربانی سے مال عطا فرمائے گا تو ہم ضرور خیرات کیا کریں گے اور نیکوکاروں میں ہو جائیں گے لیکن جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے (مال) دیا تو اس میں بخل کرنے لگے اور روگردانی کر کے پھر بیٹھے۔ تو اللہ نے اس کا انجام یہ کیا کہ اس روز تک کے لئے جس میں وہ اللہ کے روبرو حاضر ہوں گے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا اس لئے کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا اور اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔‘‘ (آیت: 75 تا 77)

> ریفرنڈم کا حق صرف حکومت کو حاصل ہے۔ ایک سیاسی جماعت کیسے ریفرنڈم منعقد کروا سکتی ہے

یہی معاملہ ہمارے ساتھ ہوا ہے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر تو ہمیں آزاد ملک عطا فرما دے تو ہم اس میں تیرے دین کو نافذ کریں گے لیکن جب ہم نے یہ وعدہ پورا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں نفاق ڈال دیا۔ اسی نفاق کا مظہر ہے کہ ہم لسانی، علاقائی اور نسلی عصبیتوں میں مبتلا ہو کر آج ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ قرآن میں ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ ہمارے پیروں کے نیچے سے اور سروں کے اوپر سے ہم پر عذاب نازل کر دے اور ہمیں مختلف گروہوں اور فرقوں میں بانٹ کر ایک دوسرے سے لڑا دے۔ آج ہم نفاق کی بدولت اِسی عذاب میں گرفتار ہیں۔ ہماری بقا، اس ملک کا دفاع اور یہاں میں امن وچین صرف اور صرف اسلام سے وابستہ ہے۔ اگر ہم ملک میں واقعی دیرپا امن قائم کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی اصل کی جانب لوٹنا ہوگا، اپنے دین کی جانب لوٹنا ہوگا۔ اس ملک کو ایک اسلامی فلاحی ریاست بنا کر دُنیا کو یہ دکھانا ہوگا کہ اسلام سلامتی کا مذہب ہے اور اسلام امن مہیا کرتا ہے۔ جب دلوں سے نفاق دور ہوگا، جب دلوں میں اللہ تعالیٰ پر ایمان اور یقین آئے گا اور ایک دوسرے کا حق غصب کرنے کی بجائے دینے کا جذبہ پیدا ہوگا، تب ہی اس ملک امن وسلامتی ہوگی۔ ان شاءاللہ

(مرتب: وسیم احمد/محمد بدرالرحمٰن)

☆☆☆

(بقیہ: منبر ومحراب)

یہ مناسک حج ہیں، یہ شعائر اللہ ہیں، جو اللہ کی محبت میں انجام دیئے جاتے ہیں، اگرچہ ہر چیز کی اپنی جگہ ایک علامتی حیثیت بھی ہے۔ یہاں جو وقوف عرفہ ہے، اس میں نماز کوئی نہیں ہے۔ بس اللہ کے لئے یہاں پر بیٹھنا ہے، اللہ کا ذکر کرنا ہے۔ اُسی سے مانگنا ہے۔ یہ قبولیت کا وقت ہے۔ اس دوران کوئی نماز نہیں ہے۔ ہم جن عبادتوں کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں، یہ اس سے ہٹ کر عبادت ہے۔ رمی جمرات کو دیکھیں، اگرچہ اس کی ایک علامتی حیثیت بھی ہے، لیکن اِس سے ہمیں یہ سبق تازہ ہوتا ہے کہ شیطان جو دین توحید کا سب سے بڑا دشمن ہے، اور جو ہمارے اندر بھی موجود ہے، ہمیں اس کے اور اُس کے ایجنٹوں کے خلاف بھی جنگ کرنی ہے، ان سے اعلان براءت کرنی ہے، اُن کا بائیکاٹ کرنا ہے۔ بہرحال یہ ایک عجیب انداز کی عبادت ہے جس میں دیوانگی اور درویشی کا مظاہر ہوتا ہے اور یہ اُمت کی وحدت کا ایک بہت بڑا مظہر ہے۔ اور اس کی جو تاثیر ہے وہ یقیناً اپنی جگہ ایک منفرد شان رکھتی ہے۔

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط وکتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط وکتابت کورسز قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-35869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

سالانہ اجتماع کے مقاصد

اور اُن کے حصول کا طریقہ کار

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے ایک فکر انگیز خطاب سے ماخوذ

تنظیم اسلامی کے نویں سالانہ اجتماع منعقدہ 25 مئی تا 29 مئی 1984ء کے موقع پر بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ نے اپنے افتتاحی خطاب میں جہاں دیگر اہم امور پر اظہار خیال فرمایا' وہاں اجتماع کے مقاصد پر بھی وضاحت سے روشنی ڈالی۔ ذیل میں ہم اُن کی گفتگو کے اس حصے کو معمولی حک و اضافہ کے ساتھ پیش کر رہے ہیں' تاکہ اجتماع کے مقاصد کی یاد دہانی ہو۔ (ادارہ)

سالانہ اجتماع کے چار اہم مقاصد ہیں' جو ہم میں سے ہر شخص کے سامنے شعوری طور پر رہنے چاہئیں۔

جذبۂ تازہ کا حصول

اس اجتماع کا پہلا مقصد یہ ہے کہ جب ہم یہاں سے جائیں تو جذبۂ تازہ لے کر جائیں۔ ہمارے اندر ایک نئی لگن پیدا ہو جائے۔ جذبے کا تمام تر دارومدار ایمان پر ہے۔ یقین جتنا گہرا ہوگا' اللہ کے ہاں محاسبہ کا خوف جتنا زیادہ دامن گیر ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی محبت دلوں میں جس قدر بڑھتی جائے گی' اس کی خوشنودی کے لئے تن من دھن لگانے کا جذبہ بھی اُسی قدر بڑھتا چلا جائے گا۔ دل میں ایمانِ حقیقی جاگزیں ہو چکا ہو تو انسان بڑی سے بڑی قربانی کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے۔ یہ بات آپ کو معلوم ہوگی کہ دلوں پر بھی زنگ آ جایا کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں ایمانی کیفیات دھندلانے لگتی ہیں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَءُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا جِلَاءُهَا قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ)) (بیہقی)

''بے شک (بنی آدم کے) قلوب بھی اسی طرح زنگ آلود ہو جاتے ہیں جیسے لوہا پانی پڑنے سے زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ دریافت کیا گیا' یا رسول اللہ ﷺ! اس زنگ کا علاج کیا ہے؟ فرمایا موت کی بکثرت یاد اور قرآن مجید کی تلاوت۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بہت ہی عملی سوال کیا۔ ان حضرات کا بالعموم انداز ہی یہ ہوتا تھا کہ وہ زیادہ علمی نوعیت کے مسئلوں میں نہیں پڑا کرتے تھے۔ ان کا یہ تجربہ تھا کہ تلواروں پر زنگ آ جائے تو صیقل کر لیا جاتا ہے۔ دل کے زنگ کو کس چیز سے دور کیا جائے؟ دلوں کی ویران دنیا پھر سے کیسے آباد ہو جائے کہ جذبۂ ایمانی جھلملا اٹھے۔ آپؐ نے جواباً دو چیزوں کا ذکر فرمایا۔ ایک موت کی بکثرت یاد' تاکہ یہ احساس رہے کہ یہاں رہنا نہیں ہے' بلکہ ایک دن یہاں سے جانا ہے۔ گویا یہ دنیا ہماری منزل نہیں ہے بلکہ راہ گزر ہے۔ اس ضمن میں حضور ﷺ کے یہ الفاظ بھی نہایت جامع ہیں: ((كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ)) یعنی ''دنیا میں ایسے رہو جیسے اجنبی یا راہ چلتا مسافر'' (ترمذی)

دوسری چیز جس کا آپؐ نے باہتمام ذکر فرمایا' وہ ہے تلاوتِ قرآن۔ گویا اس زنگ کو اتارنے کے لئے یہ دو بہت ہی مؤثر ذریعے ہیں۔

اس اجتماع کا پہلا مقصد یہ ہوا کہ ان دنوں میں ہم نے اس زنگ کو اتارنا ہے کہ جس کی وجہ سے ہمارا جذبہ سرد پڑ رہا ہے۔ گویا کہ بیٹری کو از سر نو چارج کرنا ہے۔ آپ لوگ اگر پورے صبر اور ہمت کے ساتھ مصیبت کو جھیلتے ہوئے خوش دلی کے ساتھ اجتماع کے پروگراموں میں شریک رہے تو ان شاء اللہ کسی نہ کسی درجے میں یہ مقصد ضرور حاصل ہوگا اور آپ اپنے جذباتِ ایمانی میں حرارت اور تازگی محسوس کریں گے۔ (ان شاء اللہ)

مقصد اور طریق کار کا شعور

اس اجتماع کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ ہمارے سامنے اپنے مقصد اور طریق کار کا شعور نکھر کر آئے اور مزید اجاگر ہو! اس لئے کہ جس طرح دلوں پر زنگ آ جایا کرتا ہے' ایسے ہی ذہن بھی زنگ آلود ہو جایا کرتے ہیں۔ بعض دفعہ انسان محسوس کرتا ہے کہ ذہن پر بھی کچھ غبار سا آ گیا ہے' جس کے نتیجے میں فکر کے خدوخال دھندلانے لگتے ہیں۔ اس زنگ کو اتارنے کے لئے اپنے مقصد اور طریق کار کا شعور ہونا ضروری ہے۔ انسان سوچتا ہے کہ ہماری اس دنیوی جدوجہد کا ہدف کیا ہے؟ ہم کس طرف جا رہے ہیں؟ یہ صورت ہرگز نہیں ہونی چاہئے کہ ع ''آہ وہ تیر نیم کش' جس کا نہ ہو کوئی ہدف۔'' اگر کیفیت یہ ہو تو گویا بہت ہی مایوس کن علامت ہے۔ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ کچھ لوگ کام تو کر رہے ہیں' لیکن انہیں یہ شعور نہیں کہ ہمارا ہدف کیا ہے۔ اور وہ یہ نہیں جانتے کہ ہمارے اس سفر کی منزل کون سی ہے۔ اس مقصد کے شعور کے علاوہ اس مقصد اور منزل تک پہنچنے کا راستہ کون سا ہے' اس کا شعور بھی ذہنوں کے اندر برقرار رہنا چاہئے۔ لیکن انسان اس دنیا میں رہتے ہوئے بھانت بھانت کی بولیاں سنتا ہے' طرح طرح کے فلسفوں سے اس کو سابقہ پیش آتا ہے' مختلف نوعیت کی دعوتیں مختلف جوانب سے اس کے کانوں تک پہنچتی ہیں' لہٰذا کچھ شکوک و شبہات کا پیدا ہو جانا فطری ہے۔ ہمیں اس اجتماع کے موقع پر اپنے مقاصد کے شعور کے ساتھ ساتھ طریق کار کو پورے مراحل و مدارج کے ساتھ ازسرِ نو اجاگر کرنا ہے۔

رفقاء کا باھمی تعارف

اس اجتماع کا تیسرا مقصد اس قافلے کے ساتھ چلنے والے ساتھیوں کا باہمی ربط و ضبط بڑھانا اور محبت قلبی میں اضافہ کرنا ہے۔ کسی بھی اجتماعیت میں رفقاء کا باہمی تعارف بہت ہی اہم ہوتا ہے۔ اس اجتماع کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کا ایک موقع فراہم کر دیا ہے۔ اس وقت ملک کے کونے کونے سے رفقاء تشریف لائے ہوئے ہیں۔ یہ ایک بہت ہی سنہری موقع ہے کہ ہم اپنے ساتھیوں سے زیادہ سے زیادہ ربط و ضبط بڑھائیں' اور ایک دوسرے کا تعارف حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اس دور میں دینی اخوت کو نبھانے کے لئے وقت نکالنا بہت ہی مشکل ہے۔ بقول شاعر۔

بھلا گردشِ فلک کی چین دیتی ہے کسے انشاء
غنیمت ہے کہ ہم صورت یہاں دو چار بیٹھے ہیں

ساتھیوں کے تعارف کے حصول کے لئے آپ کو خصوصی طور پر وقت نکالنا ہوگا۔ اپنے نفس کے ناگزیر حقوق کی ادائیگی یعنی کھانے' پینے اور بقدر ضرورت سونے کے بعد جو وقت بھی فارغ ملے اور ان بھاری بھرکم پروگراموں سے جو وقت بچ جائے اسے غنیمت سمجھتے ہوئے اس مقصد کے حصول کے لئے صرف کریں۔ یہ اس وقت کا بہترین مصرف ہوگا۔ ایک مختصر سا تعارف تو آپ کو رفقاء کے سینوں پر آویزاں بیجوں سے حاصل ہو جائے گا لیکن اس کے علاوہ اپنے رفقاء کے حالات معلوم کرنا اور ان سے ذاتی تعلق بڑھانا بھی ضروری ہے۔ گویا فارغ اوقات میں آپ اپنے ہم مقصد ساتھیوں کا تفصیلی تعارف حاصل کریں، تاکہ باہم محبت میں اضافہ ہو۔

نظم کی اھمیت کا ادراک

ہمارے اس اجتماع کا چوتھا مقصد یہ ہے کہ ہمیں نظم و ضبط کی اہمیت کا ادراک ہو۔ چونکہ ہم ایک منظم جماعت کے تحت انقلابی جدوجہد کر رہے ہیں' لہٰذا اس کام میں نظم کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ نظم کی اہمیت کے ضمن میں جو آیات و احادیث بیان ہوتی ہیں' وہ ہمارے ہر رفیق کے سامنے آئینے کی طرح ہونی چاہئیں۔ نظم و ضبط یا ڈسپلن کی اہمیت کا ادراک ایک علمی

پہلو ہے اس کی بھی اپنی جگہ بہت زیادہ اہمیت ہے' لیکن اس علمی سطح پر ادراک کے ساتھ ساتھ ہمیں نظم و ضبط کو عمل (Practice) میں بھی لانا چاہئے۔ اور وہ عملی پہلو یہ ہے کہ ہم نظم کے خوگر بن جائیں۔ ہمارا نظم مثالی ہونا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ دیکھنے والے یہ محسوس کریں کہ یہ کوئی منظم جماعت نہیں' ہجوم ہے۔ بقول علامہ اقبال۔

عیدِ آزاداں شکوہِ ملک و دیں
عیدِ محکوماں ہجومِ مومنیں

اس اجتماع کے موقع پر بھی نظم و ضبط کا بھرپور مظاہرہ ہونا چاہئے۔ اجتماع کے منتظمین سے اگر کوئی کوتاہی ہو جائے تو ان پر نکیر کرنے کے بجائے خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ ان کی توجہ اس جانب مبذول کرانی چاہئے۔ ہمیں اپنے رفقاء کے بارے میں کسی بھی درجے میں سوءِ ظن میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔ یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ انہوں نے جان بوجھ کر آپ کے لئے کوئی تکلیف دہ صورت حال پیدا کر دی ہے۔ اس طرح کے کسی خیال کو ذہن میں نہ آنے دیجئے۔ خود آپ لوگوں کی طرف سے کوئی بدنظمی صادر نہ ہو۔ یہ بھی آپ کی تربیت کا ایک اہم حصہ ہے۔

حصول مقاصد کا ذریعہ

پہلے دو مقاصد کے لئے ہمارا Source قرآن ہے' جو ہمارا ہادی ہی نہیں بلکہ سرچشمۂ ایمان بھی ہے۔ قرآن ہی ہمیں ان مقاصد کا شعور عطا کرنے والا ہے۔ یہی ہے جو ہمیں ان مقاصد کے حصول کا طریق کار بتانے والا ہے۔ نظمِ جماعت کس طور کا ہو' اس کی طرف ہماری رہنمائی کرنے والا بھی یہی قرآن ہے۔ آپ لوگوں کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ جب میں لفظ قرآن کہتا ہوں تو اس وقت میرے ذہن میں قرآنِ متلو کے ساتھ' جس کی ہم تلاوت کرتے ہیں اور جو مصحف کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے' قرآنِ مجسم حضرت محمد ﷺ بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ قرآن اور ذاتِ رسولؐ بریکٹ ہیں۔ میرے نزدیک یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں۔ اس قرآن کی توضیح و تشریح آپ ﷺ نے اپنے قول مبارک سے بھی کی ہے اور اس کے دیئے ہوئے مقاصد کے حصول کے لئے ایک عملی جدوجہد بھی بالفعل کر کے دکھائی ہے۔ اس عملی جدوجہد کے تمام مراحل و مدارج سیرتِ مطہرہ میں ہمیں ملتے ہیں۔ گویا یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں کہ انہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ اس حوالے سے آپ کی توجہ سورۃ البینہ کی ابتدائی آیات کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ فرمایا:

﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ۝ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً۝ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ۝﴾

جو لوگ کافر ہیں (یعنی) اہلِ کتاب اور مشرک وہ (کفر سے) باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ اُن کے پاس کھلی دلیل (نہ) آتی۔ (یعنی) اللہ کے پیغمبر جو پاک اَوراق پڑھتے ہیں۔ جن میں مستحکم (آیتیں) لکھی ہوئی ہیں۔"

یعنی وہ "بینہ" اللہ کی جانب سے ایک رسول ہیں' جو ان پاکیزہ صحیفوں کی تلاوت کرتے ہیں۔ گویا یہ رسول اور کتاب مل کر ایک بینہ یعنی ایسی روشن دلیل جو حجتِ قاطع بن جائے' کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک تو مقصد کے شعور اور ایمان کی جلا کا واحد ذریعہ یہی ہے۔ ہمیں طریق کار اور اس کے مراحل کا شعور بھی وہیں سے حاصل کرنا ہے۔

اللہ کی خاطر باہم محبت رکھنے والوں کیلئے بشارتیں

کسی بھی اجتماعیت کے لئے آپس کا میل جول اور باہمی محبت بہت ہی ضروری ہوتی ہے۔ ہماری اس چھوٹی سی اجتماعیت میں اخوتِ باہمی کی فضا پیدا ہونی چاہئے۔ اس حوالے سے ان احادیث مبارکہ کو ذہن میں رکھئے کہ جن میں آپؐ نے ان مومنین کے لئے جو دین کی خاطر ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہوں' بشارتیں سنائی ہیں۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد ربانی منقول ہے کہ میری محبت ان لوگوں کے لئے طے شدہ ہے جو میری وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، جو میری وجہ سے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں جو میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔ (مسند احمد)

> **اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "میری محبت اُن لوگوں کے حق میں واجب ہوگئی جو صرف میرے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور جو میرے لئے ایک دوسرے کو ملنے آتے ہیں اور جو میری محبت میں ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔" (حدیث قدسی)**

اس حدیث مبارکہ میں جو لفظ "فِيَّ" آیا ہے' اس کا کوئی مجرد تصور اپنے ذہن میں رکھئے۔ یہاں اللہ کے لئے محبت کے کیا معنی ہیں؟ اس کے معنی ہیں اللہ کے دین کے لئے اور اس کے کلمے کی سربلندی کے لئے سردھڑ کی بازی لگانے کا جذبہ۔ گویا غلبۂ دین کے لئے جو منظم جدوجہد ہو رہی ہے' ایک قافلہ ہے اور اس کے ساتھ کچھ لوگ شریک ہیں۔ اب اس قافلے میں چلنے والے کچھ پرانے ساتھی ہیں اور کچھ نئے بھی ہیں' ان میں سمجھدار بھی ہیں اور ناسمجھ بھی ہیں۔ اس قافلے کے وہ ہم سفر کہ جو بہت عرصہ پہلے سے شامل ہیں' ان پر بہت سے حقائق واضح ہیں جبکہ جو اس قافلے میں نئے ہم سفر ہیں' انہیں ابھی بہت سی چیزوں کا شعور نہیں ہے۔ پھر ان میں وہ بھی ہیں کہ جنہیں دوسری تنظیموں اور جماعتوں میں کام کرنے کا کوئی تجربہ سرے سے ہے ہی نہیں۔ اس قافلے میں شامل افراد کو جوڑنے والی چیز ایک مقصد کی لگن اور احساسِ فرض ہے' اسی کے تحت یہ قافلہ قدم بقدم آگے بڑھ رہا ہے۔

اِن لوگوں کو پہلے تو محسوس ہوگا کہ جیسے ان پر راستے کے نشانات پوری طرح واضح نہیں تھے' تاہم فرض کی ادائیگی کے تحت سفر کا آغاز کریں گے تو جیسے جیسے اس راستے پر آگے بڑھیں گے' وہ یہ محسوس کریں گے کہ جیسے کوئی انگلی پکڑ کر چلا رہا ہے۔ کوئی ہمارے سامنے منزل کو روز بروز اجاگر کرتا چلا جا رہا ہے۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث مبارکہ میں بھی جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اللہ کے لئے باہمی محبت کرنے والوں کو خوشخبری سنائی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ: اَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِيْ؟ اَلْيَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِيْ ظِلِّيْ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّيْ)) (متفق علیہ)

"قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کہاں ہیں وہ لوگ جو میری جلالتِ شان کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ آج کے دن میں انہیں اپنے سائے میں پناہ دوں گا۔ آج کے دن میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔"

بعض دوسری روایات میں "عرش" کا لفظ آیا ہے کہ میں ان کو اپنے عرش کے سائے میں جگہ دوں گا۔ لیکن یہاں تو اس درمیانی واسطے کو بھی علیحدہ کر کے "ظِلِّي" یعنی "اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دوں گا" کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

احادیث میں وارد شدہ ان بشارتوں کو سامنے رکھ کر اپنے فارغ اوقات کو باہمی تعارف اور میل جول میں صرف کیجئے۔ اور اس کام میں جو وقت بھی صرف ہو اسے نہایت قیمتی سمجھئے کہ یہ ہرگز رائیگاں جانے والا نہیں ہے۔

مجھے قوی امید ہے کہ اگر آپ ان مقاصد کو سامنے رکھ کر پوری دلچسپی' انہماک اور نظم و ضبط کے ساتھ اجتماع کے پروگراموں میں شریک ہوں گے تو نہ صرف یہ کہ طریق کار اور منہجِ عمل کے بارے میں اگر کوئی ابہام آپ اپنے ذہنوں میں لے کر آئے تھے تو وہ از خود رفع ہو جائے گا بلکہ آپ ایک ولولۂ تازہ کے ساتھ اس اجتماع سے رخصت ہوں گے۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِهٰذَا

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ حلقہ مالاکنڈ کے ملتزم رفیق تنظیم جناب شریف باچا کی والدہ صاحبہ وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ مالاکنڈ کے ملتزم رفیق تنظیم سید فضل ربی شاہ کے بڑے بھائی وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین)

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمَا وَارْحَمْهُمَا وَاَدْخِلْهُمَا فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمَا حِسَابًا يَّسِيْرًا

”معیارِ زندگی“ کا فتنہ

سالانہ اجتماع کی مناسبت سے ایک تحریر

محبوب الحق عاجز

تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع عزمِ نو اور ولولہ تازہ کے ساتھ شروع ہوا چاہتا ہے۔ تنظیموں اور جماعتوں کی زندگی میں اس طرح کے اجتماعات خصوصی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ سالانہ اجتماع سے تحریکی کارکنوں کو اپنے ہم مقصد ساتھیوں کے ساتھ مل بیٹھنے اور اُن سے تبادلہ خیال کا موقع ملتا ہے۔ اپنے قائدین اور رہنماؤں کی فکری گفتگوؤں سے انہیں اُس اساسی اور بنیادی مقصد کی یاددہانی ہوتی ہے، جس کے حصول کے لئے وہ تنظیم میں شامل ہوتے ہیں۔ تنظیم اسلامی کی خاصیت یہ ہے کہ وہ نہ تو مذہبی فرقہ ہے اور نہ معروف معنوں میں سیاسی جماعت بلکہ ایک اصولی اسلامی انقلابی پارٹی ہے، جو پہلے پاکستان میں اور بالآخر کل روئے ارضی پر اللہ کے دین کے غلبہ، اسلامی انقلاب اور اس کے نتیجہ میں نظام خلافت علی منہاج النبوۃ کے قیام کے لئے کوشاں ہے۔

اللہ کی زمین پر اللہ کے دین و شریعت کی بالادستی کے لئے قافلۂ تنظیم نبویؐ منہج پر چلتے ہوئے جس منظم اور مربوط جدوجہد پر یقین رکھتا ہے، وہ ایک عظیم جاں گسل جدوجہد ہے، ایک پُر مشقت سفر ہے، ایک صعوبتوں سے مملو پُرخطر راستہ ہے۔ اس انقلاب کے لئے جو دنیا کو بدلنے کا داعی ہے ایسے لوگ ہرگز کام نہ آئیں گے جو زمانے کی رو میں چلتے اور دنیا سے سازگاری اختیار کرتے ہوئے زندگی کے شب روز بسر کریں اور اُن کا زندگی کا نقشہ وہی ہو جو اس وقت عام دنیا والوں کا ہے کہ ۔

صبح ہوتی ہے، شام ہوتی ہے
عمر یونہی تمام ہوتی ہے

اسلامی انقلاب اور حقیقی تبدیلی کے لئے ایسے رجال کار درکار ہیں جنہوں نے زمانے کی رِیت کے برعکس رسول خدا ﷺ کی حیات مطہرہ اور آپؐ کے جلیل القدر صحابہؓ کی حق کے لئے ایثار و قربانی، سرفروشی، جاں نثاری اور جرأت و استقامت سے عبارت زندگی کو نظری ہی نہیں عملی طور پر آئیڈیل کے طور پر اپنایا ہو۔ جو استقامت کا کوہِ گراں ہوں، صعوبتوں اور مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے اور خطرات سے کھیلنے والے۔ جو دریاؤں سے الجھنے اور اُن کا رخ موڑنے کی ہمت رکھتے ہوں۔ جن کا مقصود صرف رضائے الٰہی کا حصول ہو۔ جو احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے اپنے جسم و جان کی تمام تر صلاحیتیں، اپنے اوقات اور اپنا مال و متاع قربان کرنے کا سچا جذبہ رکھتے ہوں۔ جو رضائے الٰہی کے حصول کے لئے دنیا بھر کی مخالفت کا حوصلہ رکھنے اور دین کی قربان گاہ پر اپنی خواہشات، سٹیٹس اور معیار زندگی کو قربان کرنے والے ہوں۔

انقلاب بچوں کا کھیل نہیں کہ محض نعروں سے برپا ہو جائے۔ یہ دنیا کا مشکل ترین کام ہے۔ اس کے لئے اسلامی انقلابی کارکنوں میں متذکرہ اوصاف کا ہونا ازبس لازم ہے۔ قربانیوں، زمانے کے مروج تصورات کی نفی اور بادِ مخالف کے تھپیڑوں کو سہنے کی خو پیدا کئے بغیر کوئی بھی اجتماعی جدوجہد منزل مراد سے ہمکنار ہو سکتی ہے اور نہ آگے بڑھ سکتی ہے۔ عہد نبویؐ میں جب رب کی دھرتی پہلی بار اسلامی انقلاب سے آشنا ہوئی تھی، تب پیغمبر انقلاب ﷺ اور آپؐ کے جان نثار صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کے لئے بے مثال قربانیاں دی تھیں۔ اپنی دنیا کو اپنی آخرت کے لئے قربان کیا تھا۔ اپنے اموال، اپنی اولاد، اپنا کنبہ و قبیلہ اور اپنے اوقات سب کچھ اس راہ میں لگایا تھا۔ آج بھی یہ انقلاب اسی طور سے آئے گا۔ ایک انقلابی جماعت انقلابی کارکنوں سے بنتی ہے۔ اگر کارکنوں میں یہ اوصاف پیدا نہ ہوں تو اس کے بغیر انقلاب کی باتیں محض خوش گمانیوں کی جنت بسانے کے مترادف ہے۔ اگر مقصود دنیا ہی ہے تو پھر انقلابی جماعت میں شمولیت محض فکری عیاشی ہی کہلائے گی۔

متذکرہ اوصاف اُس وقت تک پیدا ہو ہی نہیں سکتے جب تک کہ ہم اپنے اندر آخرت کا یقین پیدا نہ کر لیں اور شعوری طور پر یہ فیصلہ نہ کر لیں کہ ہمارا مقصود اور نصب العین دنیا نہیں، آخرت ہے، جب تک ہم دنیا پرستی اور اس ہمہ گیر فتنۂ مال سے بچنے کی کوشش نہ کریں، جسے دنیا معیار زندگی اور سٹیٹس کا نام دیتی ہے۔ یہ فتنہ اس وقت عالمی مذہب کا روپ دھار چکا ہے، اور عمل کے میدان میں مسلم و کافر سب اس کی تعلیمات کے پیرو ہیں۔ فتنۂ معیار زندگی کی ہمہ گیری اور عالمگیری دجالیت کی تمہید ہے۔ یہ کرۂ ارض کے کونے کونے کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ مسلمان جس کے سامنے ایک واضح نصب العین اور زندگی کا حقیقی تصور موجود ہے وہ بھی ہوس کے پھندے میں گرفتار ہر صدائے محبت و نصیحت سے بے پروا حصول مال کے راستے پر دوڑا جا رہا ہے، اور اس جدوجہد میں دن رات ایک کئے ہوئے ہے۔ بس ایک ہی دھن سوار ہے کہ جیسے بھی ہو روپے پیسے کی ریل پیل ہو جائے۔ عالی شان کوٹھیاں اور عشرت کدے بن جائیں۔ اتنا بنک بیلنس جمع ہو جائے کہ نسلیں آرام سے زندگی گزاریں۔ اپنی اولاد کو ترقی کی معراج پر پہنچا دیا جائے۔ یہ دُھن اس قدر بے لگام ہے کہ اس کے لئے اخلاقی اقدار اور حلال و حرام کی قیود کی بھی کوئی پروا نہیں رہی۔ بدعنوانی، رشوت خوری، سودی لین دین اور معاشی استحصال دانشمندی سمجھی جانے لگی ہے۔ جائز و ناجائز کی تمیز مٹنے سے جسم و جان کی ساری قوتیں اور تمام تر ذہنی صلاحیتیں سرچشمۂ خیر بننے کی بجائے بگاڑ کا ایندھن بن رہی ہیں۔ دنیا پرستی کی دوڑ میں سماج تباہی و بربادی کے چنگل میں گرفتار ہے۔ پیٹ بڑھ رہے ہیں اور روح گھٹ رہی ہے۔ معاشرہ ایک ایسے جنگل کی صورت اختیار کر گیا ہے، جہاں قوتِ زر کا راج ہے۔ احترام آدمیت، رشتے ناتے اور اقدار و روایات قصۂ پارینہ بنتی جا رہی ہیں۔ نبی ﷺ مہربان نے ہم مسلمانوں کو اس فتنہ سے پیشگی مطلع فرما دیا تھا، تاکہ ہم دنیا پرستی اور زر پرستی کے حوالے سے محتاط اور چوکنے رہیں اور گاہے گاہے اپنا جائزہ لیتے رہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اپنی امت میں مال سے بڑھ کر اور کوئی فتنہ نہیں دیکھا۔ جامع ترمذی کی روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں، وہ بکریوں کو اس سے زیادہ تباہ و برباد نہیں کریں گے جتنا انسان کا مال و جاہ کا لالچ اُس کے دین کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔“

اسلامی تحریک سے وابستہ کارکنان کے لئے یہ فتنہ اُن کی معنوی موت کے مترادف ہے۔ انسان دو کشتیوں میں سوار ہونا چاہے تو لازماً ڈوبے گا۔ یہی حال دنیا بنانے کی دُھن کے ساتھ آخرت بنانے کے خیال کا ہے۔ اگر ایک آدمی آخرت کی فوز و فلاح کا متمنی ہے، مگر عملاً وہ اُس راستے کا راہی ہے جو دنیا سنوارنے کی منزل کی طرف جاتا

ہے، اور اُس کی ساری کدوکاوش بھی دنیا ہی کے لئے ہے، تو یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ وہ آخرت میں کامیاب ہو جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص دنیا سے محبت کرے گا وہ لازماً اپنی آخرت خراب کرے گا اور جس شخص کو آخرت محبوب ہو وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچائے گا۔ اے لوگو! باقی رہنے والی زندگی کو فنا ہونے والی پر ترجیح دو۔‘‘ دنیا کے لئے آخرت کا سودا کر لینا سخت خسارے کی بات ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ’’قیامت کے دن اللہ کے نزدیک لوگوں میں سے بدترین درجے میں وہ ہوگا جس نے اپنی دنیا کے لئے اپنی آخرت خراب کی ہوگی۔‘‘ (ابن ماجہ) مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’میں اپنی امت کے بارے میں جس چیز کا سب سے زیادہ اندیشہ رکھتا ہوں وہ یہ ہے کہ میری امت خواہشات کی پیروی کرنے لگ جائے گی اور دنیاوی توقعات کے لمبے چوڑے منصوبے بنانے لگ جائے گی، تو اس کی خواہش نفس کی پیروی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ حق سے دور جا پڑے گی، اور دنیا سازی کے منصوبے اُسے آخرت سے غافل کردیں گے۔ اے لوگو! یہ دنیا کوچ کرچکی ہے، جا رہی ہے اور آخرت کوچ کرچکی ہے، آرہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے ماننے والے ہیں، جو ان سے محبت کرتے ہیں۔ تو یہ اچھا ہوگا کہ تم دنیا کے پرستار نہ بنو۔ تم اس وقت عمل کے گھر میں ہو اور حساب کا وقت نہیں آیا، اور کل تم حساب کے گھر میں ہوگے جہاں عمل کا کوئی امکان نہ ہوگا۔‘‘

ہم جس نبیؐ کے امتی ہیں وہ اسلامی انقلاب کے کامیاب ترین داعی اور دنیا کا سب سے عظیم جامع اور پُرامن انقلاب برپا کرنے والے تھے۔ آپؐ نے دنیا کو معاشی توازن کا جامع اور اکمل سبق دیا۔ معاشرتی سطح پر کامل مساوات قائم فرمائی۔ آپؐ نے جو عظیم انقلاب برپا فرمایا، اُس کی گواہی اسلام کے بدترین دشمن بھی دیتے ہیں۔ آپؐ کل نوع انسانی کے لئے ہدایت رہنمائی کا روشن مینار ہیں۔ ہم مسلمان تو اپنی ہر گفتگو اور ہر تحریر میں یہ بات کہتے ہیں کہ آپؐ کی ہستی ہمارے لئے نمونہ عمل ہے۔ یہ آیت قرآنی ہمارے بچے بچے کو یاد ہے کہ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ بلاشبہ آپؐ کی حیات مطہرہ زندگی کے تمام معاملات میں ہمارے لئے نمونہ عمل ہے۔ جس طرح آپؐ کی خانگی زندگی آپؐ کا انداز نشست و برخاست، عبادات، آپؐ کا انداز حکمرانی، آپؐ کی عدالت، آپؐ کی سیاست، آپؐ کا انداز تعلیم و تربیت، آپؐ کا اخلاق، آپؐ کا طریق جنگ و صلح، آپؐ کا طریق انقلاب ہمارے لئے پیروی کا نمونہ ہے، اُسی طرح آپؐ کا معیارِ زندگی میں بھی ہمارے لئے نمونہ ہے۔ مگر یہ کتنی محرومی ہے کہ عمل کی دنیا میں ہمیں آپؐ کے معیار زندگی سے سروکار نہیں رہا۔

رسول اکرم ﷺ کا معیار زندگی کیا تھا؟ آپؐ نے کیا پسند فرمایا؟ اس پر ایک نظر ڈالئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے رہائشی کمرے میں تشریف لے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک طرف کھجور کی چٹائی پڑی تھی۔ ایک کونے میں تھوڑے سے جو پڑے تھے۔ دیوار پر ایک بکری کی کھال لٹک رہی تھی۔ حضور اکرم ﷺ کے جسم اطہر پر کھجور کی چٹائی کے نشان تھے اور جسم مبارک پر تہبند اور چادر تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی آپؐ کی حیات مطہرہ کا ایک رُخ بیان فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کے فاقہ کی حالت دیکھ کر رو پڑتی، اور اضطراب سے آپؐ کے پیٹ پر ہاتھ پھیرتی، جو فاقہ سے دب گیا تھا اور عرض کیا کرتی میری جان آپؐ پر قربان خدا کے لئے دنیا سے اتنا تو قبول فرمالیجئے جو جسمانی قوت کو قائم رکھنے کے لئے کافی ہو، تو آپؐ فرماتے: ’’عائشہ مجھے دنیا سے کیا کام، میرے بھائی اولوالعزم رسول تو اس سے بھی زیادہ سخت حالت پر صبر کیا کرتے تھے اور وہ اسی چال پر چلے اور اللہ کے سامنے گئے۔ اور اللہ نے انہیں نوازا اور پورا بدلہ دیا۔ اب اگر میں آسودگی کی زندگی بسر کرتا ہوں تو مجھے شرم آتی ہے کہ کل میں اُن سے کم رہ جاؤں۔ دیکھو جو چیز مجھے سب سے زیادہ پیاری ہے وہ یہی ہے کہ میں اپنے بھائیوں (سابق انبیاء کرامؑ) سے جا ملوں۔‘‘

حضور اکرم ﷺ کی یہ عسرت بھری زندگی ایک اختیاری اور ارادی زندگی تھی۔ اس میں معاشی حالت کی خرابی کا کوئی عمل دخل نہ تھا۔ اس لئے کہ یہ آپؐ کی مدنی زندگی کا نقشہ ہے، جب اسلامی تحریک عرب کی سرحدیں عبور کر کے روم و فارس کی سرحدوں کی طرف بڑھ رہی تھی۔ مختلف فتوحات کے نتیجے میں خراج اور مال غنیمت دارالخلافہ مدینہ کی طرف دریا کے دھارے کی طرح بہہ رہا تھا، اور معاشی مشکلات کا دور ختم ہو کر معاشی آسانی کا آغاز ہو چکا تھا۔ قربان جائیں، اُس رفیع الشان نبی مکرم پر جو اسلامی سلطنت کے سربراہ تھے اور قیصر و کسریٰ کے نام فرمان بھیجتے تھے، مگر خود اُن کے اپنے گھر میں کئی کئی روز فاقے ہوتے تھے۔ اپنے کپڑے اپنے ہاتھ سے دھو لیتے، سی لیتے تھے، اپنے جوتے خود مرمت کر لیتے تھے لاکھوں روپے عام مسلمانوں میں تقسیم کرتے تھے مگر آپؐ کی لختِ جگر کے سر پر ثابت چادر تک موجود نہ تھی۔ دوسروں میں لونڈی غلام بانٹنے والے کی لڑکی اپنے ہاتھ سے چکی پیستی، پانی بھرتی اور مشقت کرتی تھی۔ سائل آیا تو گھر میں پڑی ہوئی آٹے کی ٹوکری اُٹھا کر پوری کی پوری دے دی، جبکہ اس کے سوا گھر میں اور آٹا موجود نہ تھا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپؐ نے مجھ سے فرمایا: ’’اے عائشہ کپڑا اتنا پہنو کہ کثرت استعمال سے گھس جائے۔ یہاں تک کہ پیوند لگا کر پہنتی رہو۔ جب پہنے کے قابل نہ رہے تو پھر دوسرا بناؤ۔‘‘ آپؓ نے پوری زندگی اس پر عمل کیا۔ اور مال و متاع کی محبت کو دل میں جگہ نہ دی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں انہوں نے ایک لاکھ اشرفیاں ام المومنین رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجیں تو آپؓ نے ایک نماز سے دوسری نماز کے آنے تک ساری کی ساری اشرفیاں فی سبیل اللہ تقسیم فرمادیں۔

حضور اکرم ﷺ نے دنیا پرستی اور عشرتوں سے بھرپور معیار زندگی کی بجائے انسان کے لئے حقیقی معیار زندگی پیش کیا اور اس معیار پر آپؐ کے گھر والوں، جان نثار صحابہ اور خلفائے راشدین نے بھی عمل کر کے دکھایا اور رہتی دنیا کے لئے روشن اور تابناک مثالیں چھوڑ دیں۔ یہ حقیقی معیار زندگی کیا تھا، یہ آپؐ کے ان ارشادات سے واضح ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ’’جو شخص اپنی جماعت میں امن وسکون سے زندگی بسر کرے، صحیح وتندرست ہو، اس کے پاس ایک دن کی خوراک بھی ہو تو بس اس نے دنیا حاصل کرلی۔‘‘ یعنی اِسس ے آگے کی حرص و ہوس سے اسے اجتناب کرنا چاہیے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ’’انسان کو ان اشیاء کے علاوہ اور کسی چیز کی حاجت نہیں ہے۔ رہنے کے لئے گھر، بدن ڈھانپنے کے لئے کپڑا، کھانے کے لئے خشک روٹی اور پینے کے لئے پانی۔

فتنۂ معیار زندگی سے بچاؤ کے لئے رسول کریم ﷺ اور آپؐ کے درویش صفت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روشن زندگیوں کا مطالعہ اور احوال آخرت کا تذکرہ نہایت ضروری ہے۔ پھر یہ کہ اس کے لئے اُس خطرناک جذبہ پر قابو پانے کی ضرورت ہے جو انسان کی سرشت میں داخل ہے اور جو ساری خرابی کی جڑ بنیاد ہے۔ یہ جذبہ حرص و ہوس ہے۔ یہ ایسا مہلک منفی جذبہ ہے جس کی تسکین کبھی ہو ہی نہیں سکتی۔ انسان دن رات حصول مال کی جدوجہد میں لگا رہے اور جائز و ناجائز تمام ذرائع سے مال بٹورتا رہے اور نتیجتاً قارون کا سا خزانہ جمع کرلے یہ جذبہ تب بھی تسکین نہ پاسکے گا، بلکہ اس میں اور بڑھوتری ہوگی، یہ اور توانا ہوگا اور قبر تک انسان کا پیچھا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اس کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا: ’’تم لوگوں کو تکاثر (زیادہ سے

(بقیہ بیک ٹائٹل پر)

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی نوشہرہ کے زیر اہتمام دعوتی اجتماعات

مقامی تنظیم نوشہرہ کے زیر اہتمام ہر ماہ مختلف مقامات پر حلقہ جات قرآنی و دعوتی اجتماعات کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ جس میں دو مقامات ہمدرد ویلفیئر بدرشی اور الہدیٰ سکول اینڈ کالج نوشہرہ کینٹ میں ہفتہ وار بنیاد پر بالترتیب ہفتہ اور اتوار کو محفل درس قرآن کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ خویشگی، پبی اور حکیم آباد میں ماہانہ بنیادوں پر دعوتی اجتماعات منعقد ہوتے ہیں۔ ہفتہ 20 اکتوبر کو بدرشی گاؤں میں عیدالاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی کے موضوع پر ڈاکٹر حافظ مقصود نے بیان کیا، جبکہ اسی موضوع پر 21 اکتوبر کو جناب ضمیر اختر نے الہدیٰ سکول میں بیان کیا۔ دونوں مقامات پر دروس کے بعد اسی موضوع پر پمفلٹ تقسیم کیے گئے۔ جمعۃ المبارک 26 اکتوبر کو نوشہرہ کینٹ اور ملحقہ رہائشی علاقوں میں عیدالاضحیٰ اور فلسفہ قربانی کے موضوع پر مقامی تنظیم کے 2000 پمفلٹ اور ملالہ پر حملہ کے موضوع پر حلقہ سے موصولہ 2000 پمفلٹ تقسیم کیے گئے۔ عیدالاضحیٰ کے دوسرے دن رفقاء اور احباب کے لئے درس قرآن اور عید ملن پروگرام کا اہتمام کیا گیا۔ اس پروگرام میں بعد نماز مغرب مقامی ناظم دعوت قاضی فضل حکیم نے درس قرآن دیا۔ بعد ازاں کھانے کا اہتمام کیا گیا۔ ان اجتماعات میں مجموعی طور پر 15 رفقاء اور تقریباً 150 احباب نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی و جہد کو قبول فرمائے۔ (آمین) (رپورٹ: معتمد تنظیم اسلامی نوشہرہ)

تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کا تعارفی کیمپ

21 اکتوبر 2012ء کو حلقہ کراچی جنوبی کی دس تنظیم میں سے 5 تنظیم کو امیر حلقہ انجینئر نعمان اختر نے توسیع دعوت کے ضمن میں تعارفی کیمپ کی ذمہ داری تفویض کی۔ جس کی میزبانی کا شرف مقامی تنظیم کورنگی غربی کو حاصل ہوا۔ دعوتی کیمپ کے لیے میزبان تنظیم کورنگی غربی نے ایک ہفتہ پہلے ہی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ مقامی تنظیم کے امیر حافظ عمیر انور نے ذمہ داران اور چند سینئر رفقاء کے ساتھ ایک اجتماع منعقد کر کے مشاورت کی، جس میں مختلف کاموں کی ترتیب بنائی گئی اور ذمہ داریاں تفویض کی گئیں۔ پروگرام کی تشہیر کے لیے 5000 ہینڈ بلز پرنٹ کروائے گئے تھے۔ جس میں سے 2500 ہینڈ بلز جمعہ کے دن قرب و جوار کی مساجد میں تقسیم کیے گئے۔ اتوار کے روز اخبارات میں بھی 1200 ہینڈ بلز رکھوائے گئے اور اسی روز رفقاء نے درس سے ایک گھنٹہ قبل گھر گھر جا کر ہینڈ بل اور دعوتی لٹریچر کے ذریعے لوگوں کو دعوت دی۔ مقررہ روز اڑھائی بجے رفقاء کو بلایا گیا تھا۔ محمد سہیل نے ”دعوت کی فرضیت و اہمیت اور دعوتی ملاقاتوں کے چند آداب“ کے موضوع پر گفتگو کی۔ جس کے بعد امیر مقامی تنظیم حافظ عمیر انور نے دعوتی ملاقاتوں کے لیے 10 گروپ تشکیل دیے۔ رفقاء نے نمازِ عصر سے پہلے تک گھر گھر جا کر ہینڈ بل اور دعوتی لٹریچر تقسیم کیے۔ واپسی پر تمام رفقاء کے لیے ریفریشمنٹ کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔ دعوتی ملاقاتیں اور ریفریشمنٹ سے فارغ ہونے کے بعد لان میں ہی نماز عصر ادا کی گئی، اور نماز کے بعد پروگرام کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ انجینئر نعمان اختر (امیر حلقہ کراچی جنوبی) نے قربانی کی روح اور اس کے مقاصد کے موضوع پر جامع خطاب کیا، جسے شرکاء نے پوری توجہ سے سنا۔ اس موقع پر رفقاء اور احباب کے استفادہ کے لیے بانی تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتب اور خطبات کی سی ڈیز پر مشتمل اسٹال بھی لگایا گیا تھا، جس سے انہوں نے بھرپور استفادہ کیا۔ پروگرام کے اختتام پر شرکاء میں رابطہ فارم تقسیم کیے گئے، جنہیں احباب نے پُر کر کے آئندہ اس طرح کے پروگرامز کی یاد دہانی کروانے میں دلچسپی ظاہر کی۔ پروگرام سے واپسی پر تمام شرکاء میں ”عید اور فلسفہ قربانی“ کے موضوع پر مشتمل ایک کتابچہ فری تقسیم کیا گیا۔ اس پروگرام میں 85 رفقاء 20 احباب نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس محنت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور خدمت دین کے لیے مزید ہمت و حوصلہ عطا فرمائے۔ آمین (رپورٹ: محمد اشفاق)

تنظیم اسلامی نوشہرہ کے زیر اہتمام ماہانہ تربیتی اجتماع

مقامی تنظیم اسلامی نوشہرہ (حلقہ خیبر پختونخوا) کے زیر اہتمام ماہانہ تربیتی اجتماع 4 نومبر بروز اتوار بعد نماز ظہر تا نماز مغرب الہدیٰ سکول اینڈ کالج نوشہرہ میں منعقد ہوا۔ اجتماع کا آغاز معتمد تنظیم جان نثار اختر نے سورۃ العصر کی تلاوت و ابتدائی کلمات سے کیا۔ بعد ازاں اسلامی طرز معاشرت کے موضوع پر درس حدیث ہوا۔ یہ درس مقامی ناظم تربیت جناب نصر اللہ نے دیا۔ امیر مقامی تنظیم نے دعوت دین اور اس کا طریقہ کار پر مذاکرہ کروایا۔ بعد ازاں نقیب اسرہ نوشہرہ جنوبی نواز علی نے حیاتِ صحابہؓ سے حضرت سعد ابی وقاصؓ کی سیرت و کردار کا احوال پڑھ کر سنایا۔ بعد ازاں چائے کا وقفہ ہوا اور نماز عصر با جماعت ادا کی گئی۔ اس کے بعد مقامی ناظم دعوت قاضی فضل حکیم نے منتخب نصاب نمبر 2 سے درس نمبر 4 دیا۔ نماز مغرب با جماعت ادا کرنے کے بعد یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ اس پروگرام میں 14 رفقاء اور 8 احباب نے شرکت کی۔ (رپورٹ: معتمد تنظیم اسلامی نوشہرہ)

نومبر۔ دسمبر 2012ء شمارہ

غلبۂ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حدی خواں
تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

اہم مضامین

غزہ میں یہودی درندگی ——— ایوب بیگ مرزا
مذمت بدعت ——— ڈاکٹر اسرار احمدؒ
سورۃ الفاتحہ کی تفسیر: انواع توحید کے نقطہ نظر سے ——— حافظ محمد مشتاق ربانی
’حق‘ اپنے مفہوم کے آئینے میں ——— عتیق الرحمٰن صدیقی
میت کے حقوق اور ان کی ادائیگی کا مسنون طریقہ ——— حافظ محمد زاہد
پاکستان کی موجودہ حالتِ زار: سورۂ ابراہیم کی روشنی میں ——— محمد نذیر یٰسین
مولانا ابوالکلام آزادؒ کی شخصیت ——— عبدالرشید عراقی

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ”بیانُ القرآن“ تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت: 25 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 250 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: 042-35869501-3، email:maktaba@tanzeem.org

بقیہ: ''معیارِ زندگی'' کا فتنہ

زیادہ ایک دوسرے سے بڑھ کر دنیا حاصل کرنے کی دھن) نے غفلت میں ڈال رکھا ہے، یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔'' (التکاثر:21) حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابن آدم کے پاس اگر ایک وادی بھر سونا بھی ہو تو وہ (اس پر قناعت نہیں کرے گا) بلکہ دوسری کی خواہش کرے گا پھر فرمایا کہ ''ابن آدم کا پیٹ تو (قبر کی) مٹی کے سوا کسی چیز سے نہیں بھرتا۔

آج ہمارے معاشرے میں معاشی میدان میں جو خرابیاں پائی جاتی ہیں، اُن میں بہت بڑا حصہ اگرچہ سرمایہ دارانہ سودی نظام کی قباحتوں کا ہے کہ اس نظام نے انسان کو کولہو کا بیل اور خود غرض بنا کر رکھ دیا ہے، تاہم افراد کی سطح پر معاشی زندگی میں پائی جانے والی بہت سی خرابیاں جیسے رشوت، خیانت، بے ایمانی، دھوکہ دہی، چوری، ڈکیتی وغیرہ یہ سب فتنہ معیار زندگی کی وجہ سے ہیں۔ بے سکونی اور بے چینی بھی اِسی وجہ سے ہے۔ دین کے لئے کچھ کرنے کے جذبہ میں کمی کا بھی اصل سبب یہی فتنہ ہے۔ اگر تھوڑی آمدنی پر قناعت کر لی جائے اور سادگی اختیار کر لی جائے تو ہمیں بہت سے مسائل، مصیبتوں، پیچیدگیوں، الجھنوں اور اذیتوں سے نجات مل سکتی ہے۔ اندریں حالات اسلامی تحریک کے کارکنوں کو بطور خاص گہرائی میں اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ وہ کس حد تک اس فتنہ سے بچاؤ کی شعوری کوشش کر رہے ہیں۔ معاشرہ کے عام لوگوں کے مقابلہ میں اُن کی ذمہ داریاں بہت بڑھ کر ہیں۔ انہیں ایک استحصالی نظام کو بدلنا ہے، جو لوگوں کی آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا بھی برباد کر رہا ہے، اور ایک عادلانہ نظام قائم کرنا ہے۔ اگر وہ خود ہی فتنہ معیار زندگی سے مغلوب ہو کر دنیا بنانے میں مبتلا ہو گئے تو اسلام کے نظام اجتماعی کو کیونکر غالب کریں گے۔ اقامت دین کی جدوجہد کرنے والوں کو روزانہ کی بنیاد پر اپنا محاسبہ کرتے ہوئے اپنے آپ سے یہ پوچھنا چاہیے کہ اُن کے اوقات میں دنیا کا کتنا حصہ ہے اور دین کا کتنا؟ دنیا کی تڑپ کتنی ہے اور دین کے لئے بے قراری کتنی؟ اُن کی دنیا کے لئے محنت کتنی ہے اور دین کے لئے سعی و کاوش کتنی؟ ان سوالوں کے صحیح جوابات سے انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ فتنہ معیار زندگی کا شکار ہیں یا نہیں۔ رب ذوالجلال سے دُعا ہے کہ ہمیں دنیا کے لئے اتنی محنت کی توفیق عطا فرمائے جتنا یہاں رہنا ہے اور آخرت کے لئے اُسی قدر مخلصانہ کوششوں کی توفیق دے جتنا وہاں رہنا ہے۔ (آمین)

پکار

اٹھو، قطار اندر قطار ـــــ کردو باطل پر یلغار

قاضی عبدالقادر

چاروں طرف سناٹا ہے
اک پُرہول اندھیرا ہے
طاغوت نے ڈیرہ ڈالا ہے
باطل کا بول بالا ہے
رات کی چمگادڑیں ـــــ ایمان کی کرنیں روکے ہیں
تارِ عنکبوت نے ـــــ یوں دن میں جالا تانا ہے
کہ ''ایماں'' کو محبوس کریں
''عقیدے'' کو پامال کریں
''ضمیر'' کو بیچیں منڈی میں
دم خم، اُن میں بس اتنا ہے کہ
اپنے میکدوں میں بیٹھ کر ـــــ جام پہ جام اُنڈیل کر
باطل کا پرچم لہرائیں ـــــ اپنے لالہ زاروں میں
چاروں طرف سناٹا ہے ـــــ بوم ہے رقصاں ہر جانب
کیا پُرہول اندھیرا ہے ـــــ! اندھیرا ہے اندھیرا ہے!

وقت آ گیا ہے اب ـــــ اے ساتھی!
آ جا کہ سدراہ بن جائیں ـــــ بنیان مرصوص بن جائیں
آؤ کہ رستہ روکیں ہم
وقت کے طاغوت کا،
باطل پرست تہذیب کا،
کر دیں سب کو سرنگوں، حق کا جھنڈا لہرائیں
ساتھیو! ـــــ اٹھو ـــــ اٹھو!
اٹھو قطار اندر قطار ـــــ کردو باطل پر یلغار
اٹھو ـــــ ملت کے پاسبانو ـــــ اُٹھو!
میرے سجیلے نوجوانو ـــــ اٹھو!

کہ ہو تم فردا کے --------- معمار!
ہردم نیکی کے ـــــ پرچار!
تم ہو ایماں کی ـــــ پکار!
حق کے ہو ـــــ علم بردار!
ازل تا ابد ـــــ باطل سے ہر وقت پیکار!
تم سے خائف ہیں اغیار ـــــ!
بدی کو مارو ـــــ دو دھتکار!
کہ ہو تم خالد کی ـــــ تلوار!
تم ہو طارق کی ـــــ جھنکار!
تم ہو ٹیپو کی ـــــ للکار!
موجیں ہوں ـــــ یا کہ ـــــ منجھدار!
ڈوبیں گے یاں سب بدکردار!
تمہاری کشتی آر کہ پار!
آئے گی ـــــ پھر چھائے گی ـــــ!
پھر علم لہرائے گی ـــــ!
حق و شریعت کی ـــــ سرکار!
شریعت کی سرکار ـــــ جوانو ـــــ شریعت کی سرکار!
نیکی پرچم کھولے گی ـــــ ہر شخص بدلہ پائے گا ـــــ
اپنے عمل کا، اپنی جہد کا
گلشن میں پھر پھول کھلیں گے، ہر طرف غنچہ و گل ہوں گے
چمن میں آ جائے گی بہار ـــــ جوانو، چھا جائے گی بہار!
تو اُٹھو ـــــ ملت کے پاسبانو ـــــ اُٹھو
سجیلے میرے نوجوانو ـــــ اٹھو!
سر بکف ہو کے جوانو ـــــ اُٹھو
ہاں سن لو ایماں کی پکار ـــــ جوانو، ایماں کی پکار!